چاہا خدا نے تو تیری محفل کا ہر چراغ　　　　جلتا رہے گا یونہی بجھایا نہ جائے گا

تذکرہ

حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ

فاضل جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور و سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

مجاز صحبت

حکیم الامۃ حضرۃ مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ

از قلم

صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہم

مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

فقیہ العصر یادگار اسلاف حضرت اقدس مولانا قاری مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کے والد گرامی قدر فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی نوراللہ مرقدہ فاضل جامعہ مظاہرالعلوم سہارنپور وبانی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال (ہند) سابق مفتی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون مجاز صحبت حضرت اقدس حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ تلمیذ رشید فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی اور آپکی تبلیغی، تصنیفی، فقہی، سیاسی خدمات جلیلہ کا تذکرہ اور علماء کرام ومشائخ عظام کے تعزیتی پیغامات،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت تھانویؒ کا فیض عام

پاکستان و ہندوستان میں شاید ہی کوئی خطہ اور گوشہ ایسا ہوگا جہاں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا علمی اور روحانی فیض نہ پہنچا ہو جس طرح حضرت والا کی سینکڑوں کتابیں مختلف علوم میں علمی فیض پہنچا رہی ہیں اسی طرح اطراف ملک میں بہت سے خلفاء اور تربیت یافتہ حضرات فیض روحانی پہنچانے میں مصروف ہیں ان سے واسطہ در واسطہ فیض پہنچانے والوں کا سلسلہ تو اس قدر وسیع ہے کہ جس کا شمار ہی مشکل ہے حضرت حکیم الامتؒ کے ان ہی بلا واسطہ تربیت یافتہ اور خاص صحبت یافتہ لوگوں میں سے حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی بھی تھے۔

وطن اور ولادت

حضرت مفتی صاحب کا وطن ضلع کرنال کی تحصیل کیتھل کا مشہور قصبہ گمتھلہ گڈھو تھا ابتدائی عمر میں قرآن شریف اسی قصبہ میں پڑھا اور کچھ نوشت وخواند اردو کی تعلیم بھی اس جگہ حاصل کی اس کے بعد ہمیشہ تعلیم وتدریس کے سلسلہ میں باہر ہی عمر گذاری مگر اپنے آبائی وطن سے تعلق ونسبت ہمیشہ باقی رکھا اسی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ گمتھلوی لکھا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے قصبہ کے ایک ذیلدار غالباً چوہدری نصیب خان صاحب سے وعدہ کر لیا تھا کہ گمتھلہ کی طرف اپنی نسبت کو ہمیشہ باقی رکھوں گا اور تمام عمر اس وعدہ کا ایفا کرتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کی ولادت باسعادت ۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ جون ۱۸۹۷ء آپ کی ننہال موضع گنگھیڑی ضلع کرنال میں ہوئی موصوف کے ماموں کا نام محمد شریف تھا آپ کی عمر ابھی غالباً چار پانچ سال کی ہی ہوگی کہ آپ کی والدہ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا تھا حضرت موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی والدہ کی شکل وصورت یاد نہیں مگر میں ایک مرتبہ ان کے ساتھ اپنے ننہال گیا تھا تو انہوں نے مجھے فلاں جگہ کھڑا کیا تھا اس کا نقشہ اب تک ذہن میں باقی ہے آپ کے والد ماجد حکیم محمد غوث صاحب دہلی کے تعلیم یافتہ علاقہ کے مشہور ترین حکیم تھے فارسی میں بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے

اور دہلی کے مشہور نقشبندی خاندان سے بیعت وارادت کا تعلق تھا جبکہ آپ کے دادا حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل متبحر عالم اور نقشبندی سلسلہ میں صاحب اجازت بزرگ تھے۔ان کے مختصر حالات گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

﴿ تحصیل علوم اور فراغت ﴾

قرآن شریف اور معمولی لکھنا پڑھنا اپنے قصبہ کے پیر جی محمد اسحاق صاحب وغیرہ سے سیکھا اور پھر سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم میں آکر شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری شارح ابوداؤد کے ظل عاطفت میں علوم دینیہ کی باقاعدہ تحصیل شروع کردی اسی اثناء میں درس نظامی کا کچھ حصہ حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ خانقاہ امدادیہ میں کئی حضرات مدرسین مثلاً مولانا انوارالحق امروہوی اور مولانا سید احمد حسن سنبھلی سے بھی پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور گاہ بگاہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے استفادہ فرماتے تھے۔دینی علوم کی تکمیل آپ نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں فرما کر ۱۳۳۹ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

﴿ مدرسہ عبدالرب دہلی میں تعلیم ﴾

مدرسہ عبدالرب دہلی میں حضرت مولانا عبدالعلی صاحب جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگردوں میں امتیازی شان رکھتے تھے دارالعلوم دیوبند کے مدرس رہ چکے تھے اور حضرت تھانوی قدس سرہ کے اساتذہ میں سے تھے مفتی صاحب نے انکی خدمت میں رہ کر مسلم شریف اور ترمذی شریف حدیث کی دو کتابوں کو دوبارہ پڑھا حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم کے بہت ہی حریص تھے حضرت کے ایک حصہ بدن پر فالج کا اثر ہو گیا تھا مگر پھر بھی پڑھاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آج کل طالب علم بہت ہی بے شوق ہو گئے ہیں جمعہ کو پڑھنے نہیں آتے۔حضرت موصوف صاحب جائیداد تھے اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ مہمان نوازی اور طلبہ پر خرچ فرماتے تھے حضرت حکیم الامت تھانویؒ جب دہلی تشریف لے جاتے تو اپنے استاد سے ملاقات کیلئے مدرسہ عبدالرب بھی تشریف لے جاتے تھے اور استاد مکرم ہمیشہ انہیں تحفہ تحائف پیش کرتے۔

﴿ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی قلمی سند ﴾

انقلاب ۱۹۴۷ء میں جہاں بہت سے علمی اداروں کا ضیاع ہوا وہاں مشرقی پنجاب میں بہت

سے قلمی اور علمی نوادرات کا ذخیرہ بھی اس انقلاب کی نظر ہوا، افسوس کہ حضرت مفتی صاحب کے قلمی تربیتی خطوط اور حضرت حکیم الامتؒ سے جو خط وکتابت ہوئی وہ بھی وہاں ضائع ہوگئی مگر اتفاق سے حضرت سہارنپوریؒ کی عطا کردہ سند محفوظ ہے یہ سند حدیث کی صحاح ستہ اور مؤطئین کے متعلق حضرت سہارنپوریؒ نے مفتی صاحب کو اس وقت کے مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم مولانا عنایت الٰہی صاحب سے لکھوا کر اس پر اپنی مہر لگا کر عطا فرمائی تھی اس پر تاریخ ۶/رجب ۱۳۳۷ھ مرقوم ہے اس سند کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

اما بعد فقد قرأ علی اوائل الصحاح الست والمؤطین لامام دار الهجرة مالک رحمه الله تعالیٰ ومحمد بن الحسن الشیبانی رحمه اللّٰه تعالیٰ اخی فی الدین المولوی السید عبدالکریم گمتهلوی واستجازنی علی حسن ظنه بی کما اجازنی مشائخی الکرام فاجزته بما یجوز لی روایته من المنقول والمعقول الخ

﴿ تدریس ﴾

درس نظامی سے فراغت کے بعد حضرت سہارنپوریؒ کے ایماء سے حضرت مفتی صاحب موضع اجراڑا ضلع میرٹھ کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے مامور ہوئے کچھ عرصہ مدرسہ کے طلبہ اور دوسرے مسلمانوں کو مستفید کرتے رہے اس کے بعد مختلف مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دینے اور فتنہ ارتداد کی سرکوبی میں نمایاں خدمات بجالانے کے بعد ۱۳۴۳ھ سے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اپنے پیرومرشد حضرت تھانویؒ کے زیر سرپرستی تدریسی، تالیفی، اور فتویٰ نویسی کی خدمات انجام دینے لگے حضرت حکیم الامتؒ کو چونکہ مفتی صاحب پر حد درجہ اعتماد اور اطمینان تھا اس لئے بڑے بڑے اہم کاموں کی انجام دہی پر آپ کو مامور کیا جاتا تھا۔

﴿ سفر حج وقیام مدینہ منورہ ﴾

آپ نے پہلی مرتبہ غالباً ۱۳۵۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا تھا اور تقریباً آٹھ ماہ کے بعد واپسی ہوئی تمام مقامات مقدسہ کی تلاش وجستجو سے زیارت کی پھر ۱۳۵۶ھ میں دوسرے سفر حج میں مع بال بچوں کے جانا ہوا اور ایک سال حجاز میں قیام کے بعد دوسرا حج کر کے واپسی ہوئی دوسرے سفر حج میں آٹھ ماہ مسلسل مدینہ منورہ قیام کا شرف حاصل ہوا۔ اس طرح آپ نے تین حج کئے۔

﴾ مدینہ منورہ میں تدریس ﴿

اور مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ میں حدیث وفقہ کی بڑی کتابوں مسلم شریف اور موطا امام مالک ہدایہ وغیرہ کے درس دینے کا موقع اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمایا حرم نبویؐ کے بعض اساتذہ بھی درس حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے ایک مدرس حرم سے ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ آپ تو صاحب مذہب ہیں موطا امام مالکؒ آپ کے امام کی کتاب ہے اس کو تو آپ حنفیوں سے زیادہ سمجھتے ہوں گے پھر آپ ان کے سبق میں کیوں شریک ہوتے ہیں؟ ان عالم صاحب نے فرمایا کہ اپنے مذہب کے خلاف جو بات ہوتی ہے اس کا جواب تو ہم خود دیدیتے ہیں مگر احادیث میں جو تطبیق آپ دیتے ہیں ان کو سننے کیلئے آتا ہوں پھر اس کو جا کر حرم نبویؐ میں طلباء کو سناتا ہوں یہ فن تطبیق جیسا کہ آپ حضرات کو آتا ہے ہمیں نہیں آتا حضرت مفتی صاحبؒ طبعی ذہانت وفطانت کے علاوہ چونکہ کافی طویل زمانہ تک حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے زیر تربیت تعلیمی وتصنیفی کام کرتے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علمی ذوق سے ان کو حصہ عطا فرمادیا تھا جو ہر کسی کو صرف کتب بینی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

﴾ مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال ہند ﴿

حضرت مفتی صاحبؒ نے ۱۳۵۶ھ میں حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے ایماءً پر شاہ آباد ضلع کرنال میں دینی تعلیم کیلئے ایک ادارہ قائم فرمایا اس مدرسہ کی ابتداً چونکہ شاہ آباد کی اس مسجد کے حجرہ میں ہوئی جس میں ایک طویل زمانہ تک حضرت اقدس قطب عالم شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ نے قیام فرمایا اس لئے اس مدرسہ کا نام ''قدوسیہ'' تجویز ہوا۔ پھر ۱۳۶۰ھ میں ایک دوسرے محلّہ میں مدرسہ بنایا گیا تو حضرت تھانویؒ نے اس کا نام حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کے نام مبارک پر اس کا نام'' حقانیہ'' تجویز فرمادیا حضرت مفتی صاحبؒ نے ان دونوں مدارس میں اہتمام کے ساتھ تدریس کی خدمات بھی سرانجام دیں اس کے علاوہ راجپورہ ریاست پٹیالہ میں بھی آپ نے ایک ''عربی مدرسہ'' قائم فرمایا اس کے مہتمم ونگران بھی آپ خود تھے۔ یہ سب مدارس تقسیم ہند تک آپ کے اہتمام میں دینی تعلیم دیتے رہے۔

﴾ مدرسہ قاسم العلوم میں بطور شیخ الحدیث تقرر ﴿

۱۳۵۶ھ میں فاضل دیوبند تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی

قدس سرہ جناب حضرت مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر والی ضلع بہاولنگر میں ''قاسم العلوم'' کے نام سے دینی ادارہ قائم فرمایا۔

۱۳۶۳ھ میں جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا موصوف مرحوم نے ''مدرسہ قاسم العلوم'' میں دورہ حدیث شریف کے آغاز کا فیصلہ فرمایا تو صدر مدرس وشیخ الحدیث کیلئے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ چنانچہ اس طرح ایک سال آپ نے اس ادارہ میں حدیث شریف کے بڑے اسباق پڑھائے۔اس وقت یہ مدرسہ خوب ترقی پر ہے اور ملک کے مشہور ومعروف مدارس میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔

﴿ ایک عجیب واقعہ ﴾

ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری بہاولنگر میں ٹبہ عالمگیر تشریف لے گئے حضرت مفتی صاحب چونکہ ان دنوں مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی بہاولنگر کے شیخ الحدیث کی حیثیت سے قریب ہی مقیم تھے آپ بھی حضرت مولانا رائے پوریؒ سے ملنے کیلئے ٹبہ عالمگیر گئے رات کو پہنچے صبح فجر کی نماز کیلئے مسجد میں گئے تو یہ عجیب بات پیش آئی کہ تکبیر مکبر نے کہہ دی مگر کوئی صاحب مجمع میں سے آگے بڑھ کر نماز پڑھانے کیلئے مصلےٰ پر نہ آئے انتظار کے بعد حضرت مفتی صاحب آگے بڑھے اور نماز پڑھادی نماز کے بعد مولانا رائپوریؒ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ میں نے آوز سے کچھ پہچانا تو تھا کہ مفتی عبدالکریم ہوں گے مگر پھر خیال آیا کہ ایسی سردی میں شب کو کیسے آئے ہوں گے مگر پہچان صحیح نکلی آپنے ہنس کر فرمایا کہ آج تو بخاری شریف کے باب ''من تأمر بغیر امرأۃ'' پر عمل ہوگیا جب کوئی صاحب نماز پڑھانے کیلئے مصلےٰ پر نہیں پہنچے تو میں نے خود ہی پیش قدمی کی اور نماز پڑھادی۔

﴿ حضرت حکیم الامتؒ سے تعلق خاطر ﴾

حضرت تھانوی قدس سرہ سے آپ کو ایک تعلق تھا چنانچہ حضرت تھانوی قدس سرہ کے انتقال کے بعد جائے تدفین کے انتخاب کرنے اور آپ کے غسل وکفن میں شرکت کا خصوصی شرف حاصل رہا چنانچہ خاتمۃ السوانح میں تحریر ہے کہ:

حضرت کی وفات کے تھوڑی دیر بعد جناب مولانا شبیر علی صاحب تھانوی برادرزادہ حضرت اقدس کی دوائیں لے کر سہارنپور سے تھانہ بھون تشریف لائے تو وہ اسی وقت حضرت اقدس کے وقف کردہ تکیہ میں

جس کا تاریخی نام ''قبرستان عشق بازاں تھا'' مع جناب مولانا عبدالکریم گمتھلوی کے دفن کی جگہ تجویز کرنے کیلئے تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر دونوں صاحبوں کی رائے بلا اختلاف اسی جگہ کی ہوئی جہاں حضرت اقدس آرام فرما ہیں اور وہ واقعی ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا (خاتمۃ السوانح)

آپ کو حضرت کی وفات کا اتنا قلق ہوا تھا کہ آپ بار بار بے تابانہ بے اختیار کہتے تھے ہائے میرے شیخ، ہائے میرے شیخ۔

﴿ حضرت حکیم الامتؒ کی شفقت وعنایت ﴾

حضرتؒ بھی آپ سے بیحد محبت کرتے تھے چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ ایک خط میں تحریر فرمایا ''واللہ میں آپ کو اپنی اولاد کی طرح سمجھتا ہوں'' حضرت قدس سرہ جب کسی کو اجازت بیعت وتلقین فرماتے تھے تو اکثر اس کا یہ عنوان ہوتا تھا ''بے ساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دیدوں لہٰذا توکلاً علی اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں''، لیکن آپ کے سلسلہ میں حضرت تھانویؒ نے جو تحریر فرمائی وہ مندرجہ ذیل تھی:

﴿ خلافت نامہ ﴾

مشورہ بآزادی راءے حسب معمول اس وقت بھی بعض احباب کو میں نے اس خدمت کیلئے منتخب کیا ہے کہ وہ شائقین دین کو اپنی معلومات سے نفع پہنچائیں اور ایسی جماعت کا لقب مجاز صحبت رکھا ہے میں نے آپ کو بھی توکلاً اس سلسلے کیلئے تجویز کیا ہے اگر آپ کی مصلحت یا طبیعت کے خلاف نہ ہو امید ہے کہ ایسے طالبین کی طرف توجہ رکھیں گے اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں۔

حضرت قدس سرہ کی اس تحریر کے جواب میں آپ نے جو عریضہ لکھا وہ مع جواب درج ذیل ہے:

مکتوب: بشرف ملاحظہ عالی جناب فیض مآب سیدی ومرشدی حکیم الامہ عند کل غمہ حضرت مولانا صاحب لازال شموس فیوضھم (بازغۃ) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، **جواب:** السلام علیکم

مکتوب: سلام مسنون نیاز مشحون کے بعد معروض خدمت والا درجت ہے کہ کئی روز سے والا نامہ فیض شمامہ شرف صدور لایا تھا جو ہمراہ عریضہ ملفوف ہے شدت بخار وغیرہ کے باعث ارسال عریضہ کہ قوت نہ ہوئی آج قدرے تخفیف ہونے پر عریضہ ہذا مرسل خدمت بابرکت ہے۔ **جواب:** اللہ تعالیٰ صحت وقوت بخشے۔ **مکتوب:** حضرت والا نے اس ناکارہ کو مجازین صحبت میں شمار فرما کر یہ تحریر فرمایا

ہے ''اگر مصلحت یا طبیعت کے خلاف نہ ہو'' سواول تو اس ہیچمدان کو مصلحت کا کیا پتہ اور طبیعت کا کیا اعتبار لیکن امتثال امر کیلئے فہم ناقص کے مطابق غور کیا تو حقیقت الامر یہ ہے کہ یہ نالائق تو نہ پڑھانے کے قابل ہے نہ مسائل بتلانے کے نہ خدمت وعظ کے نہ امامت کے ان سب چیزوں کو حضرت اقدس دامت برکاتہم کی اجازت کے بھروسہ اس غرض سے ٹوٹے پھوٹے طریق پر انجام دے رہا ہوں کہ شاید کسی مسلمان کو نفع پہنچ جائے وہ دعاء یا شفاعت کردے بس یہی غرض اس امر خطیر کی جرأت دلاتی ہے حسن حال و مآل کیلئے دعاء کی عاجزانہ التجا ہے۔ علم و عمل کے اعتبار سے ظاہری اور باطنی حالت روز بروز ابتری کی طرف دیکھتا ہوں خداوند کریم حال زار پر رحم فرماوے۔ والسلام مع الاکرام

ناکارہ غلام احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ وعافاہ

از مدرسہ حقانیہ شاہ آباد ضلع کرنال، مورخہ ۲۷؍شوال ۶۱ھ

جواب: جس خیال کی بنا پر میں نے یہ تجویز کیا تھا آپ کے جواب سے بحمداللہ اس خیال کی مزید تائید ہوئی باقی دعاء کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ
کی
بعض دینی خدمات کا تذکرہ

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ جس طرح اپنے مرشد کے زیر سایہ گذرا اسی طرح آپ کی سوانح اور دینی خدمات کے تذکرہ کا بھی زیادہ حصہ حضرت حکیم الامتؒ کی سوانح کے ساتھ منضبط ہو کر شائع اور محفوظ ہو گیا ہے ''اشرف السوانح'' کی تالیف کے وقت آپ نے اپنی دینی خدمات کا جو تذکرہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کو لکھ کر دیا تھا وہ ''مکارم عشرہ'' کے عنوان سے اشرف السوانح جلد سوم میں شامل ہے اس میں سے بعض اہم خدمات کا تذکرہ اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

﴿ پنجاب میں بہنوں اور بیٹیوں کو میراث دلانے کی تحریک ﴾

حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامتؒ کی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ پنجاب میں وراثت کا قانون شریعت مقدسہ کے خلاف ہے مثلاً بہن اور بیٹی کو حصہ نہیں دیا جاتا حضرت نے بڑے اہتمام سے فرمایا کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔

احقر (حضرت مفتی عبدالکریم صاحب) نے عرض کیا کہ مشاہیر علماء کرام اگر خاص سعی فرمائیں تو ممکن ہے کہ لوگ سمجھ جائیں ارشاد فرمایا جس قدر کوشش ہو سکے اس میں دریغ نہیں کرنا

چاہئے نفع کی فکر میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے احقر کو اس ارشاد کے بعد کسی قدر ہمت ہوئی اور وطن جا کر اپنے نواح میں اس ضروری مسئلہ کی اشاعت خاص طور سے شروع ہوگئی اور امرتسر لاہور کے بعض جلسوں میں بھی اسی غرض سے شامل ہوا لیکن افسوس کہ اہل جلسہ نے یہ عذر کر دیا کہ لوگ خلاف کریں گے جلسہ کے ناکام ہونے کا اندیشہ ہے کچھ عرصہ کے بعد حضرت اقدس راجپورہ ریاست پٹیالہ کے قریب تشریف لائے اور دوران قیام اس مسئلہ کا تذکرہ آ گیا تو حضرتؒ نے مفتی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس کی اشاعت کیلئے تو اس کی ضرورت ہے کہ پنجاب کا سفر کیا جائے ان شاء اللہ تعالیٰ مصارف کا بندوبست ہو جائے گا اور واپس پہنچتے ہی ۳۰ روپے کا منی آرڈر مفتی صاحب کے نام روانہ فرما دیا اس پر سفر ضروری ہو گیا اور فکر شروع ہوگئی۔

﴿ سفر پنجاب ﴾

لاہور وامرتسر کے سفر سے اس کی بھی سخت ضرورت محسوس ہو چکی تھی کہ مشاہیر علماء کرام کی تحریرات اس مسئلہ کے متعلق ساتھ ہوں اس لئے سب سے پہلے ایک سوال تقریباً چالیس پچاس جگہ بھیجا اور توکلاً علی اللہ سفر بھی شروع کر دیا گیا سرہند وغیرہ سے ہوتا ہوا لاہور پہنچا اور زیادہ کوشش اس کی رہی کہ اہل علم اور اسلامی انجمنوں کو اس جانب توجہ ہو جائے کیونکہ ان کے ذریعے اشاعت بہت سہولت سے ہو سکتی ہے اس طویل سفر میں صرف لاہور میں ایک جماعت ایسی ملی جس کے کارکنوں کو کسی قدر اس مسئلہ کا خیال تھا اور تھوڑی بہت جزوی کوشش کا بھی ارادہ تھا، مگر لوگوں کی مخالفت کے سبب کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی تھی چند روز لاہور میں رہنے کے بعد آگے بڑھنا شروع کیا مگر سوال مذکورہ کے جو جوابات آ چکے تھے ان کو چھپوانا بھی ضروری سمجھا گیا اس لئے غالباً وزیرآباد سے واپس آنا پڑا تھانہ بھون میں حاضر ہو کر فتویٰ چھپوایا جس کا عنوان یہ تھا ''ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت'' اس کے بعد ارادہ کیا کہ اس کو ہمراہ لے کر پنجاب کا سفر کیا جائے۔

لیکن اطراف آگرہ سے فتنہ ارتداد کی افسوس ناک خبر پہنچی حضرت نے آپ سے فرمایا کہ الاہم فالاہم پر عمل کرنا چاہئے بسم اللہ کر کے آگرہ اور اس کے نواح میں جا کر تبلیغ کا کام کرو مفتی صاحب تو وہاں چلے گئے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماً سے مطبوعہ فتویٰ پنجاب کے شہروں اور قصبوں بلکہ بہت سے دیہاتوں میں بذریعہ ڈاک بھیج دیا گیا۔

رسالہ غصب المیراث کی تالیف

ایک رسالہ غصب المیر اث بھی چھپوا کر بذریعہ ڈاک تقسیم کیا گیا، طباعت اور ڈاک کے تمام مصارف کا اہتمام حضرت تھانویؒ نے فرمایا۔

اس رسالہ میں سورۃ النساء کے دوسرے رکوع کی تشریح اور تفسیر کے ضمن میں لوگوں کو شرعی طریقۂ وراثت کی طرف متوجہ کیا گیا اور پنجاب کے ظالمانہ طریقۂ میراث کو بدلنے کی ترغیب دی گئی تھی۔

آپ فرماتے تھے کہ یہ رسالہ ایک سفر میں ریل میں بیٹھے بیٹھے چند گھنٹوں میں لکھا گیا تھا علاقہ ارتداد میں تبلیغ کے ساتھ قانون وراثت کی طرف بھی حضرت حکیم الامتؒ کو برابر توجہ رہی اس فتویٰ اور رسالہ کے ختم ہونے کے بعد پھر دوبارہ کثیر تعداد میں ان کو چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔

جمعیت العلماء کو توجہ دلانا

جمعیت علماء ہند کو اس طرف توجہ دلانے کیلئے جمعیت کے تین جلسوں میں شرکت کیلئے آپ کو بھیجا گیا دو جلسوں میں تو مختلف وجوہ کی وجہ سے کامیابی نہ ہوسکی مگر تیسری بار کی شرکت اور کوشش پر جلسہ ۱۳۴۳ھ بمقام مرادآباد میں ایک پرزور تجویز منظور ہوگئی۔

دوبارہ سفر پنجاب

جب علاقہ ارتداد میں بقدر ضرورت تبلیغ ہوچکی تو حضرت والا نے ایک عریضہ کے جواب میں اصل مضمون کے بعد فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ ان قصوں کو چھوڑ کر پنجاب کا سفر تحریک عدل فی المیراث کیا جائے''

اسی وقت سے پنجاب کا سفر کیا گیا اور اس مرتبہ مولانا عبدالمجید صاحب بچھرانوی کو بھی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کے ہمراہ بھیجا گیا۔ اس سفر میں سہولت بھی رہی اور اثر بھی زیادہ ہوا حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام پنجاب اور سرحد وغیرہ کے علاقہ میں بھی خوب اشاعت ہوئی حضرت اقدس کی توجہ اور دعاء سے بے حد اثر ہوا اور سفر ختم ہونے سے پہلے ہی لوگوں نے قانون بدلنے کی سعی شروع کردی۔

پاکستان بن جانے کے بعد ۱۹۴۹ء میں جب قانون وراثت کسی قدر شرعی ضابطوں کے مطابق پنجاب میں نافذ ہوا تو آپ خوش ہوکر فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اپنی سعی اور کوشش

کا کسی قدر نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے خدا کی قدرت سے پاکستان میں سب سے پہلے پنجاب ہی میں یہ قانون اسمبلی نے پاس کیا جہاں مفتی صاحب نے اس قانون کے نفاذ کیلئے کوشش کی تھی اس کے بعد پاکستان کے دوسرے علاقوں میں بھی یہ قانون جاری ہوا۔

انسداد فتنہ ارتداد

۱۳۴۱ھ میں آگرہ سے ارتداد کی خبر پہنچی کہ وہاں آریہ کوشش کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر رہے ہیں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے حضرت مفتی صاحب کو وہاں بغرض تبلیغ جانے کی اجازت فرمائی حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس کام کیلئے مولانا عبدالمجید بچھرانوی مناسب معلوم ہوتے ہیں حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ اس اختلاف رائے کا فیصلہ مولوی ظفر احمد صاحب کے سپرد ہونا چاہئے مفتی صاحب نے عرض کیا کہ میرے خیال ناقص کی آپ کے سامنے حقیقت ہی کیا ہے جو فیصلہ کی ضرورت ہو لیکن حضرت نے فرمایا کہ یہی مناسب ہے اس میں برکت ہوگی مولانا ظفر احمد صاحب اس وقت کتب خانہ میں تھے ان کو حضرت نے آواز دی اور فرمایا کہ میں اس کو بھیجنا چاہتا ہوں اور اس کے خیال میں مولوی عبدالمجید کو بھیجنا مناسب ہے اور ہر دو رائیوں کی وجہ بھی بیان کر دی مولانا ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ میرے خیال میں دونوں کو بھیجنا مناسب ہے اس میں ہر دو وجہ کی رعایت بھی ہو جائے گی نیز ایسے موقع پر تنہا سفر بھی دشوار ہے حضرت اقدس نے نہایت بشاشت سے فرمایا کہ بہتر اور مسکرا کر حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ دونوں جیت گئے۔

حضرت تھانویؒ نے مناسب نصائح و ہدایات و مزید دعوات کے بعد حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالمجید صاحب کو رخصت فرمایا اور ان اطراف میں پورے دو سال تک دونوں حضرات نے نہایت اہتمام کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

تبلیغ کے ساتھ تعلق خاطر

اسی دوران آپ کے ایک دوست نے آپ کو حج کیلئے اپنے ہمراہ لے جانا چاہا آپ کو حج کا بے حد شوق تھا خوش ہو کر حضرت اقدس سے اجازت طلب کی ارشاد فرمایا جس کام میں یہاں مشغولیت ہے وہ حج نفل سے مقدم اور افضل ہے اور بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ مسعود بک نے فرمایا ہے:

؎ اے قوم بہ حج رفتہ کجا ئید کجا ئید معشوق دریں جاست بیائید بیائید

﴿حضرت والا کے حوصلہ افزا کلمات اور مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت﴾

تبلیغی سلسلہ میں حضرت والا زبانی ارشادات اور خطوط میں بھی نہایت مفید ہدایات فرماتے رہتے تھے نیز دعاؤں کے ساتھ حوصلہ افزائی کے کلمات بھی ہوتے تھے چنانچہ ذیل میں چند والا ناموں کے اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) السلام علیکم...... حالات سے بہت کچھ امیدیں ہوئیں اور مجھ کو اس سے پہلے بھی آپ جیسے مخلصوں کا جانا اور پھر مولوی محمد الیاس صاحب کا ساتھ ہو جانا یقین کامیابی دلاتا ہے علم غیب تو حق تعالیٰ کو ہے مگر قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاء للہ سب وفود سے زیادہ نفع آپ صاحبوں سے ہوگا۔ بخدمت مولوی صاحب سلام مسنون۔

(۲) السلام علیکم...... آپ کا خط پہنچا کاشف تفصیل حالت ہوا بہت کچھ امیدیں بڑھیں میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ ان شاء اللہ آپ کی جماعت اس بارے میں جس قدر مفید ہوگی شاید دوسری بڑی بڑی جماعتیں اس درجہ مفید نہ ہوں بناء علی ماقال الرومی ؎

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود　　　　این زاخلاصات ابراہیم بود

کان اللّٰہ معکم و من معکم۔ جمعہ ۲۴ ر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ

ایک والا نامہ میں ایسے ہی مضمون کے بعد تحریر فرمایا: ؎

در سفالیں کاسہ رندان بخواری منگرید
کیں حریفاں خدمت جام جہاں بیں کردہ اند

تقریباً ڈیڑھ سال بعد ایک جماعت نے تمام تبلیغی علاقہ یعنی ۲۹ ضلعوں کا مفصل حال لکھ کر شائع کیا اور اس روئیداد میں اس کی تصریح بھی تھی کہ ضلع گڑگانواں کی تحصیل پلول جہاں حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالمجید کار تبلیغ انجام دیتے تھے فتنہ ارتداد روکنے کیلئے اول نمبر کامیاب رہے تب معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ کی یہ بشارت اور پیش گوئی خدا کے فضل سے بالکل صحیح ثابت ہوئی۔

﴿اجرائے مکاتب﴾

اس اہتمام تبلیغ کے علاوہ اسی تبلیغی علاقہ میں دینی مکاتب بھی قائم کئے گئے جن کی مالی امداد میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے کافی حصہ لیا حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ تقریباً سو مکاتب

ایسے ہیں جنکو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے جو اس علاقہ تبلیغ میں جاری کئے گئے تھے۔ جن میں سے ۱۴۱ مدارس کی فہرست ''ماہنامہ النور تھانہ بھون'' میں طبع ہو چکی ہے۔

قیام خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

پنجاب کے سفر سے واپسی کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ کے حکم سے حضرت مفتی صاحب تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے یوں تو آپ نے تعلیمی زمانہ کا بھی کافی حصہ خانقاہ امدادیہ میں گزارا تھا مگر درسیات سے فراغت کے بعد تقریباً ۲۵ سال تک خانقاہ سے تعلق قائم رہا۔

حیدر آباد سندھ میں قیام اور مناظرہ

اس ۲۵ سال کے عرصہ میں آپ نے حیدر آباد سندھ میں تقریباً ایک سال تک تعلیمی اور تبلیغی امور انجام دیئے اور کچھ مہینے ریواڑی کے عربی مدرسہ میں مدرس ہو کر قیام فرمایا حیدر آباد کے علاقہ میں ایک مرزائی مبلغ نے مسلمانوں کو بہت پریشان اور تنگ کیا ہوا تھا وہ لوگ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے مفتی صاحب مناظرہ کیلئے تیار ہو گئے، راستہ میں موٹر خراب ہو گئی راستہ کچا تھا دیر ہونے سے لوگوں کو پریشانی ہوئی، عشا کی نماز کے بعد حضرت مفتی صاحب اس قصبہ میں پہنچے اور پہنچتے ہی نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر مناظرہ گاہ میں مناظرہ شروع کر دیا مناظرہ جامع مسجد کے صحن میں ہو رہا تھا اگلی نشست صبح کو جمعہ سے قبل تھی لوگوں کا خیال تھا کہ رات کے مناظرہ سے صبح کا مناظرہ زوردار رہا شاید مفتی صاحب تھکے ہوئے تھے اس لئے رات کے مناظرہ میں مرزائی مناظر کی سخت گرفت نہیں فرمائی تھی صبح کے مناظرہ میں سخت گرفت فرمائی مفتی صاحب نے فرمایا کہ رات کے مناظرہ میں اگر یہ طرز اختیار کی جاتی تو یہ مناظر صبح کو مناظرہ کیلئے نہ آتا اور بھاگ جاتا اب شاید جمعہ کے مناظرہ کیلئے نہ آئے چنانچہ مفتی صاحب کا اندازہ صحیح نکلا اور وہ مناظر نہ آیا چنانچہ لوگ اس کے گھر گئے مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں آتا ہوں تھوڑی دیر کے بعد لوگ اس کے گھر گئے اور وہ بادل ناخواستہ مناظرہ گاہ میں آیا مناظرہ حیات مسیح علیہ السلام کے بارے میں تھا اس نے حمائل شریف کھول کر سورۃ النساء کی مشہور آیتیں پڑھنا شروع کیں مفتی صاحب نے جب جوابی تقریر فرمائی تو حواس باختہ ہو کر بھرے مجمع میں کہنے لگا کہ دعاء کیجئے اور مناظرہ ختم کیجئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ مناظرہ تو اپنے وقت پر ختم ہو گا اگر آپ کو جواب نہیں آتا تو چلے جائیں اس نے اجازت کو غنیمت سمجھا اور بڑی ذلت آمیز شکست کے بعد تمام

مسلمانوں کی موجودگی میں جلسہ سے اٹھ کر چلا گیا حضرت مفتی صاحب عصر کے وقت تک وعظ و نصیحت فرماتے رہے حق کی فتح اور باطل کی شکست کا نظارہ سب مسلمانوں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

﴿ دوسرا مناظرہ ﴾

ایک مرتبہ انبالہ سے مرزائیوں نے جلسہ کا اشتہار دیا اور اس میں یہ بھی لکھا جو شخص چاہے جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔

یہ اشتہار مرزائیوں نے ہی پہنچایا تھا مفتی صاحب تھانہ بھون سے اپنے سسرال جانے کیلئے راجپورہ تشریف لائے تو لوگوں نے یہ اشتہار دیا حضرت مفتی صاحب نے اپنا سفر ملتوی کیا اور انبالہ جلسہ مرزائیوں میں پہنچ گئے حضرت مفتی صاحب نے مقرر کی تقریر پر اعتراضات کئے انہوں نے پہلے تو جواب دینے کی کوشش کی جب گرفت سخت ہوتی گئی تو آخر میں یہ کہہ کر جلسہ برخواست کر دیا گیا کہ ہم لوگ ملازم پیشہ ہیں صبح کو دفتر میں کام کیلئے بھی جانا ہے چونکہ رات کا کافی حصہ گزر گیا ہے اب ہم معذرت خواہ ہیں حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بہت اچھا اب جلسہ برخواست کل اسی میدان میں ہم مسلمانوں کی طرف سے جلسہ ہوگا آپ صاحبان کو بھی دعوت ہے ہمارے جلسہ میں آئیں اور دل کھول کر اعتراضات کریں اور ہم سے جواب لیں۔

اگلی شب اسی میدان میں جلسہ ہوا حضرت مفتی صاحب نے ایک تفصیلی تقریر حیات مسیح علیہ السلام پر فرمانے کے بعد فرمایا کہ اب میں صبح تک اسی جگہ ہوں جس کا دل چاہے اعتراض کرے اور جواب لے ہماری طرف سے وقت گذرنے کا عذر نہ ہوگا مرزائیوں میں سے ایک شخص اٹھا اور کچھ اعتراضات کئے مگر مفتی صاحب نے ان کو ایسی بری طرح الجھایا کہ وہ بے بس اور عاجز ہو کر رہ گئے اور یہی کہتے بن پڑا کہ اس کا جواب قادیان سے منگوایا جا سکتا ہے حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں اس کا جواب منگوا دیجئے مگر انہوں نے شکنجہ سے نکلنے کیلئے یہ راستہ اختیار کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب کی اس جرأت سے مرزائیوں کے قلوب پر مسلمانوں کا اتنا رعب چھا گیا کہ وہ انبالہ میں تین سال تک جلسہ عام نہ کر سکے اور پھر تمام عمر کیلئے ان کو ایسا سبق ملا کہ انہوں نے یہ لکھنا ہی چھوڑ دیا کہ ہر شخص جلسہ میں اعتراض کر سکتا ہے۔

﴿ ریاست الور میں دینی تعلیم کا اجراء ﴾

غالباً ۱۳۴۶ھ یا ۱۳۴۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا قیام مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گڑگاواں میں تھا آپ ''مدرسہ معین الاسلام'' میں بطور صدر مدرس تقریباً اڑھائی سال مقیم رہے۔ ریاست الور میں دینی تعلیم کو حکماً بند کر دیا گیا تھا تمام چھوٹے بڑے مدارس اور مکاتب یک قلم توڑ دیئے گئے تھے اسلامی تعلیم کی کچھ شرائط کے ساتھ صرف اتنی اجازت رہ گئی تھی کہ پاؤ پارہ قرآن مجید اور مالابدمنہ، اور اردو کی زبانی تعلیم دی جائے اس سے زائد کی کسی صورت میں اجازت نہ تھی۔

اس خبر وحشت اثر کو سن کر حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہ کو بتایا اور عرض کیا کہ اس بارے میں سعی تو ممکن نہیں معلوم ہوتی دعاً فرمایئے کہ یہ قانون کسی طرح ٹوٹ جائے حضرت قدس سرہ نے دریافت فرمایا کہ کیا قانونی سعی مثلاً گورنمنٹ سے چارہ جوئی بھی ممکن نہیں حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس کی پوری تحقیق نہیں لیکن اگر گنجائش ہوئی بھی تو اس کے مصارف بہت درکار ہوں گے حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سردست مصارف کا جو تخمینہ ہوا ہے اس سے اطلاع دو حضرت مفتی صاحب نے تقریباً ایک سو روپیہ کا اندازہ بتلایا حضرت قدس سرہ نے فرمایا ان شاء اللہ خیال رکھوں گا کہ ایک صد روپیہ پیش کر دوں تو کلاً علی اللہ کام شروع کر دیں۔

حضرت مفتی صاحب نے پہلے تو سخت دشواری کے ساتھ اس ظالمانہ حکم کی نقل حاصل کی پھر دہلی آ کر وکلاء اور دیگر اہل دانش سے مشورہ کیا تو معاملہ کی مفصل کیفیت معلوم کی سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ اس کے متعلق اب کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ مثل بتا رہی ہے کہ خود ریاست کے مسلمانوں کی درخواست پر یہ حکم دیا گیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود مفتی صاحب نے ہمت نہیں ہاری اور برابر کوشش کرتے رہے اور حضرت قدس سرہ نے تھوڑے ہی عرصے میں چند منی آرڈروں کے ذریعے سو روپیہ پہنچا دیا حضرت اقدس کی اس توجہ کا فوری اثر یہ ہوا کہ بہت جلد کھلی کامیابی اور مکمل فتح نصیب ہوئی۔

﴿ تحفظ مکاتب از تعلیم جبریہ ﴾

حضرت مفتی صاحبؒ مکاتب کیلئے دوڑ دھوپ کے دوران دہلی آئے ہوئے تھے کہ اچانک خبر ملی کہ دہلی میں بھی مکاتب ٹوٹ رہے ہیں اب مفصل حال معلوم کر کے تھانہ بھون حاضر ہوئے اور

عرض کی کہ جبری تعلیم کی وجہ سے دہلی میں مکاتب قرآنیہ کوحکماً توڑنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے چنانچہ اس وقت تک گیارہ مکتب ٹوٹ چکے تھے جن میں تقریباً ۲۵۰ بچے تعلیم حاصل کرتے تھے حضرت قدس سرہ کوسخت صدمہ ہوااور حفاظت مکاتب کی خاطر بہت کچھ دعا مانگی۔

رسالہ جبریہ تعلیم

حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کے فرمانے پر ایک سوال اس کے متعلق لکھ کر حضرت مفتی صاحب نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت قدس سرہ نے اس کا جواب تحریر فرمایا بعد ازاں سہارنپور دیوبند اور میرٹھ سے علماء کرام کے دستخط حاصل کر کے دہلی کے علماء سے بھی تصدیق حاصل کی اور سب مجموعہ ''جبریہ تعلیم'' کے نام سے چھپوا کر شائع کیا اس کا بے حد اثر ہوا اور ایک انجمن ''خادم القرآن'' کے نام سے دہلی میں قائم ہوئی جس نے اس معاملہ میں بہت کوشش کی۔

خدا کا شکر ہے کہ حضرت قدس سرہ کی برکت سے خود دہلی میں بہت کامیابی حاصل ہوئی اور اس کے بعد کوئی مکتب ٹوٹ نہ سکا بلکہ ٹوٹے ہوئے مکتب بھی دوبارہ قائم ہو گئے اور دوسرے مقامات پر بھی دہلی کی کوشش کا بہت اثر ہوا خاص طور پر مرادآباد سہارنپور وغیرہ میں بروقت کافی روک تھام ہوگئی آپ نے تحفظ مکاتب قرآنیہ کیلئے جو سعی وجدوجہد کی اس کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ ان شاءاللہ میری نجات کا ذریعہ بن جائیگی۔

تحریک تقرر قضاۃ

حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اس کا بہت خیال تھا کہ ہندوستان میں بدستور سابق قاضیوں کا تقرر ہو جائے حضرت قدس سرہ نے مختلف صورتوں سے اس کے متعلق سعی فرمائی حضرت قدس سرہ کے اشارہ پر میرٹھ میں ایک انجمن نصب القضاۃ قائم ہوئی اس نے رسالہ ''القول الماضی فی نصب القاضی'' وغیرہ شائع کر کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ ۱۳۴۷ھ میں ایک جلسہ بمقام دہلی منعقد کیا گیا جس میں تمام ممبران اسمبلی اور عمائد شہر دہلی کے علاوہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا محمد علی جوھر نے بھی شرکت کی اور سہارنپور اور دیوبند سے بھی ممتاز علماء کرام تشریف لائے تھے حضرت قدس سرہ نے مفتی صاحب کو اپنی طرف سے شرکت کیلئے بھیجا اس جلسہ کا زیادہ تر مقصد یہ تھا کہ ممبران اسمبلی کو اس بات کی ضرورت کا احساس دلایا جائے جب حضرت قدس سرہ نے آپ کو بھیجنا چاہا تو آپ

نے عرض کیا کہ وہاں بڑے مشاہیر کا مجمع ہوگا اس لئے کسی بڑے شخص کو بھیجنا مناسب ہوگا۔اس پر حضرت قدس سرہ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ تم بڑوں کے سامنے اپنے کواسی طرح سمجھتے رہو لیکن جہاں جاؤ گے وہاں سب پر غالب رہوگے۔

عورتوں کی مشکلات کے حل کیلئے حیلہ ناجزہ کی تصنیف

ہندوستان کے اندر شرعی قاضی مقرر نہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو بعض حالات میں سخت مصائب کا سامنا ہورہا تھا حضرت قدس سرہ نے اس طرف خاص توجہ فرمائی اور چونکہ فقہی شرائط کے مطابق ان مسائل میں ضرورت شدیدہ کی وجہ سے مالکی مسلک کو اختیار کیا گیا تھا اس لئے مدینہ منورہ کے علماء کرام سے مکرر سہ کرر فتاویٰ حاصل کر کے کامل تحقیق کے بعد ان مشکلات کے حل کی نہایت سہل صورتیں تجویز فرمائیں پھر علماء دیوبند سہارنپور سے بار بار مراجعت اور استصواب کے بعد ایک رسالہ ''الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزۃ'' تصنیف فرمایا اس میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مفتی عبدالکریم صاحب کو برابر شریک رکھا حضرت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی سہولت اور احتیاط کی غرض سے اپنے خاص اہل علم اور اہل تقویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا جن کا نام بھی اسی رسالہ میں لکھ دیا ہے حضرت قدس سرہ کی مساعی جمیلہ نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور ممبران اسمبلی نے ایک مسودہ قانون ''انفساخ نکاح اہل اسلام'' کے نام سے اسمبلی میں پیش کر دیا افسوس کہ اس مسودہ میں ضروری قیود و شرائط کو نظر انداز کر دیا گیا حضرت قدس سرہ نے اس مسودہ قانون کی کوتاہیاں مفصل تحریر فرما کر اہل علم کے جلسہ میں روانہ فرمادی تھیں اور مزید وضاحت کیلئے حضرت مفتی صاحب کو شرکت کیلئے بھیجا تھا آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ساتھ مل کر اس مسودہ قانون کی ہر دفعہ کی شرعی ترمیمات تحریر کر کے طبع کرایا اور مسلم ممبران اسمبلی سے ملاقات کر کے ان کو یہ شرعی ترامیم دیں کہ اس کے مطابق مسودہ میں ترامیم کی جائیں یہ ترمیمات مکمل طور پر قانون تو نہ بن سکیں لیکن فی الجملہ عورتوں کے مصائب میں بہت کمی ہوگئی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مفتی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہما کو چونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تصنیف لطیف میں برابر شریک رکھا ہے اس لئے حضرتؒ نے کتاب کے آخیر میں بھی ان دونوں حضرات کا ذکر بڑے بلند و بالا الفاظ میں فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

وھٰھنا تمت الرسالة والحمدللہ الهادی فی کل مقالة کتبها الاحقر اشرف علی عفی ذنبه الجلی والخفی بمشارکة الفاضلین الجامعین للعلم القویم والعمل السمتقیم المولوی محمد شفیع والمولوی عبدالکریم شرفهما اللہ بالاجر العظیم فی اوائل ذی القعدة ۱۳۵۱ من هجرة النبی الشفیع الکریم علیه الف الف صلوٰة وتسلیم(حیله ناجزه)

﴿ المختارات ﴾

اس رسالہ میں خیار بلوغ وغیرہ کی صورتوں کے احکام لکھ کر حضرت حکیم الامتؒ اور دوسرے علماء کی تصدیق کے بعد ''حیلہ ناجزہ'' کا تتمہ بنا دیا گیا ہے۔

﴿ وفاق المجتهدین عن رفاق المجتهدین ﴾

ایک عالم نے الحیلۃ الناجزہ سے متعلق چند سوالات اور اشکالات لکھ کر تھانہ بھون بھیجے تھے حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اس رسالہ میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے ہیں اور ان کے اشکالات کو رفع کیا ہے خط وکتاب کے اسی مجموعہ کا نام ''وفاق المجتهدین عن رفاق المجتهدین'' ہے حضرت حکیم الامتؒ نے بھی اس پر تصدیق تحریر فرمائی تھی۔

﴿ تجدد اللمعه فی تعدد الجمعه ﴾

مولانا عبدالخالق صاحب مدنی نے تعدد جمعہ کے عدم جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے ایک رسالہ بنام ''القول الجامع'' عربی زبان میں تالیف کیا تھا حضرت مفتی صاحب نے تھانہ بھون سے اس کا جواب تفصیل کے ساتھ لکھا اور تعدد جمعہ کے جائز ہونے کو مفتی بہ قرار دیا اس پر حضرت حکیم الامتؒ نے بہت عمدہ الفاظ میں تصدیقی کلمات تحریر فرمائے تھے اور حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اس پر تحریر فرمایا تھا کہ ''یہ تحریر خاص استقراء سے لکھی گئی ہے'' حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری نے اس پر مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایسے جواب کی بڑے حضرات سے توقع کی جاسکتی تھی۔

﴿ قانون اوقاف ﴾

بعض اوقاف میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر ایک مسودہ قانون کونسل میں پیش کیا گیا جب وہ مسودہ رائے عامہ کیلئے شائع ہوا تو حضرت مولانا حافظ عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے حضرتؒ کو اس کی روک تھام کی طرف توجہ دلائی مفصل صلاح ومشورہ کیلئے ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ کو دیوبند

اور سہارنپور کے مہتمم صاحبان مع دیگر حضرات کے ساتھ تھانہ بھون جمع ہوئے صلاح ومشورہ کے بعد قرار پایا کہ حضرت قدس سرہ کی زیرنگرانی اس مسودہ پر تفصیلی نظر کر کے اس کے نقائص کو ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ ترامیم بھی تجویز کر دی جائیں جن کے بعد یہ مسودہ شریعت کے موافق ہو جائے اس کام کے واسطے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی اور حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی صاحب کو تجویز فرمایا ان تینوں صاحبان نے مل کر ہر ایک چیز میں حضرت قدس سرہ کی رائے حاصل کرنے کے بعد اس مسودہ قانون پر تبصرہ لکھا ۲۳ ذی الحجہ کو تبصرہ مکمل ہو کر حضرت قدس سرہ کے دستخط سے مزین ہوا تو یہ قرار پایا کہ ۲۵ ذی الحجہ کو دیوبند میں اجتماع ہو حضرت مفتی صاحب اور دیگر علماء سہارنپور وہاں پہنچے صبح سے عشاء تک تمام تبصرہ پورے غور وخوض کے بعد بالاتفاق منظور ہو گیا اور ۳۰ علمائے کرام کے دستخط ثبت ہونے کے بعد کونسل میں بھیج دیا گیا مسودہ کے مجوز حافظ ہدایت حسین نے ایک خط لکھا کہ اس مسودہ پر مکالمہ کی غرض سے غالباً ۲۲ اپریل ۱۹۳۴ء تھانہ بھون آنا چاہتا ہوں تاریخ مقررہ پر حافظ ہدایت حسین صاحب تشریف لائے ان کے ہمراہ نواب جمشید علی خان صاحب، حاجی وجیہ الدین صاحبؒ اور حاجی رشید احمد صاحب بھی تھے اور دیوبند سے حضرت مولانا حسین احمد مدنی حضرت مہتمم صاحب اور سہارنپور سے جناب ناظم صاحب اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ تشریف لائے تقریباً ۵ گھنٹے تک مسلسل گفتگو ہوتی رہی حافظ صاحب نے بعض ترامیم کو منظور کر لیا بعض میں کچھ عذر کیا اور بعض کے متعلق غور کرنے کا وعدہ کیا اس کے بعد ۱۱ محرم کو علماء کرام کا دیوبند میں دوبارہ اجتماع ہوا اس میں علماء سہارنپور کے علاوہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کو بھی دعوت شرکت دی گئی آپ مع مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب کے شریک ہوئے اس جلسہ میں اس مسودہ کے متعلق چند جدید ترامیم بالاتفاق طے ہوئیں اور تبصرہ کے بعد بالاتفاق کونسل کو بھیج دیا گیا۔

﴿ القول الرفيع فی الذب عن الشفيع ﴾

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ ''غایات النسب'' پر جب بعض لوگوں نے شور وغوغا کیا اور بڑے بڑے علامہ بھی اس سے متأثر ہو گئے اور رسالہ کی بعض روایات پر تنقیدات اخبارات میں شائع ہوئیں تو اس کے جواب میں حضرت مفتی صاحب مرحوم نے دو حصوں میں ایک تحریر لکھی جس میں ایسی تنقیدات کا علمی جائزہ لیا اور درج شدہ عنوان سے اس کو شائع کرایا۔

یہ رسالہ ''الجمعیۃ'' دہلی دسمبر ۱۹۳۴ء میں بھی شائع ہوا تھا۔

﴿ ایک اصلاح ﴾

متذکرہ بالاتحریر میں ایک جگہ اخباری فتویٰ کا لفظ لکھا گیا تھا حضرت حکیم الامتؒ نے جب اس مسودہ کو ملاحظہ فرمایا تو اس کو کاٹ کر اس اس کی جگہ اخبار کا فتویٰ تحریر فرما دیا اور زبانی ارشاد فرمایا کہ اخباری فتویٰ متبذل لفظ ہے اہل علم کو ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

﴿ بیان القرآن اور بہشتی گوہر پر نظر ثانی ﴾

حضرت حکیم الامتؒ کے زیر سایہ رہ کر حضرت مفتی صاحب نے درس وتدریس اور افتاء وغیرہ کی گراں قدر خدمات انجام دیں ''بہشتی گوہر'' جو بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ ہے اس پر آپ نے حضرت قدس سرہ کے حکم سے نظر اصلاحی فرمائی تھی گویا اس کو دوبارہ لکھا گیا اور ''بیان القرآن'' پر نظر ثانی میں بھی حضرت قدس سرہ نے آپ کو شریک رکھا تھا۔

﴿ علمی نکتہ ﴾

دیوبند میں ایک بزرگ عالم نے ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ سجدہ تحیۃ کی حرمت ثابت کرنے کیلئے ''بیان القرآن'' میں روایات حدیثیہ سے استدلال کیا گیا لا تسجدوا للشمس و لا للقمر الآیہ سے کیوں نہیں استدلال کیا گیا مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس آیت میں سجدہ عبادت کی ممانعت ہے سجدہ تحیہ کی ممانعت اس سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ آیت کے آخر میں ان کنتم ایاہ تعبدون ہے اس لئے سجدہ تعظیمی کی حرمت پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا گیا اس کو سن کر وہ بزرگ عالم پھڑک اٹھے اور بہت محظوظ ہوئے۔

﴿ ایک خواب ﴾

انہیں متذکرہ بزرگ عالم نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کی میرے مکان پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فلاں چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں چند روز کے بعد مولانا مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلوی میرے مکان پر مہمان ہوئے اور اسی جگہ اسی چارپائی پر قیام ہوا معاً میرے دل میں آیا کہ یہ میرے خواب کی تعبیر ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ مفتی عبدالکریم صاحب کو فقہ سے بہت مناسبت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابہ میں تفقہ کے اندر ممتاز شان رکھتے تھے حضرت

تھانویؒ کا ارشاد ''القول الجلیل'' میں ہے کہ مولوی عبدالکریم صاحب کو ہر علم سے مناسبت ہے۔

﴿ تتمہ امدادالاحکام ﴾

زمانہ قیام تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرنگرانی حضرت مولانا صاحبؒ نے فتویٰ کا جو کام کیا تھا حضرت تھانویؒ نے سلسلہ امدادیہ کے تفاؤل کے ساتھ تتمہ ''امدادالاحکام'' نام رکھا تھا جو ''امدادالاحکام'' کے ساتھ چار جلدوں میں دارالعلوم کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔

﴿ افادۃ العوام ترجمہ نصوص خطبات الاحکام ﴾

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سال بھر کے جمعوں کے واسطے الگ الگ خطبات کا جو مجموعہ بنام ''خطبات الاحکام لجمعات العام'' تصنیف فرمایا تھا وہ بکثرت آیات واحادیث پر مشتمل ہے اور حضرت مفتی صاحب نے عام نفع رسانی کی خاطر ان خطبات کی آیات واحادیث کا ترجمہ مع ضروری فوائد کے لکھا اور بعض ایسی روایات جن کو حضرت تھانویؒ نے اصل مسودہ میں تحریر فرمایا تھا مگر نظر ثانی کے وقت بغرض اختصار ان کو حذف فرمایا ان کا ترجمہ بھی اضافہ کا عنوان قائم کر کے دیا تھا یہ ترجمہ عنوان بالا سے طبع ہو کر خطبات الاحکام کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

﴿ مسئلہ امارت شرعیہ ﴾

اس کی تفصیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''معارف شیخ حصہ اول'' میں موجود ہے تفصیل اس میں یا ''تذکرہ حضرت مفتی عبدالکریم رحمہ اللہ'' میں دیکھ لیں حضرت والد صاحب قدس سرہ بھی چونکہ اس اجلاس میں شریک تھے انہوں نے اس کا جو واقعہ سپرد قلم فرمایا ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

حضرت تھانوی قدس سرہ کی وفات کے بعد غالباً مئی ۱۹۴۵ء کے اوائل میں جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے ہندوستان میں امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز سامنے آئی تو اس پر غور وفکر کیلئے حسب سابق حضرت مفتی صاحب نے تھانہ بھون کی طرف سے نمائندگی کی اور دیوبند اور سہارنپور کے اکابر علماء سے اس تجویز کے ہر گوشہ پر گفتگو کی اور اس کے مضار ومفاسد کی طرف توجہ دلائی چنانچہ جب جمعیۃ کے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک عظیم اجتماع علمائے کرام کا نصب شدہ خیموں میں ہوا اور یہ تجویز زیر بحث آئی تو علمائے کرام نے اس کے حق میں اپنی اپنی آراء کا اظہار فرمایا مغرب کے بعد تک طویل سلسلہ

تقریر جاری رہا بالآخر حضرت مفتی صاحب نے کھڑے ہوکر اپنی تجویز رکھی کہ یہ تجویز کافی غور وفکر کی محتاج ہے اس پرعمل کرنے میں جلدی سے بہت بڑے بڑے مفاسد پیدا ہوسکتے ہیں اور میں نے دیوبند اور سہارنپور کے علماء سے گفتگو کے بعد یہ محسوس کیا کہ اس تجویز کے حق میں ان کے ذہن بھی پوری طرح صاف نہیں ہیں اس لئے اس پر غور کیلئے وقت دیا جانا ضروری ہے نیز حکومت مسلطہ کے ہوتے ہوئے چونکہ امارت کو قوت وشوکت حاصل نہ ہوگی اس لئے اس سے ایک اختلاف جدید اور مستقل نزاع کا باب کھل جائے گا۔

یہ خاص اجتماع حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں ہورہا تھا حضرت مدنی نے جب دیکھا کہ یہ سلسلہ بہت طویل ہوگیا ہے تو آپ نے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے کھڑے ہوکر فرمایا کہ میں اس جلسہ کو برخواست کرتا ہوں اور ایک سب کمیٹی اس تجویز پر غور کرنے کیلئے مقرر کرتا ہوں اور سب کمیٹی کے ممبران حضرات کے نام تحریر کرنے شروع کردیئے سب سے پہلا نام مفتی کفایت اللہ صاحب کا تھا اور دوسرا نام حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب کا تھا غالبًا گیارہ یا پندرہ علماء کے نام تجویز کئے گئے تھے اور مرادآباد ان کے مشورہ کیلئے مقام مقرر کیا گیا تھا مگر سیاسی حالات نے پلٹا کھایا اور یہ تجویز ختم ہوگئی تقسیم کے بعد مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحب سے ملاقات ہوئی تو ہنستے ہوئے فرمایا کہ تمہارے والد (مفتی عبدالکریم صاحب) نے امارت بنتے بنتے رکوادی۔(بزم اشرف کے چراغ)

اس اقتباس سے واضح ہے کہ اس اجلاس میں حضرت مفتی صاحبؒ اور آپ کے ہمنوا علماء کرام نے شرکت کے بعد کھل کر اس تجویز کی مخالفت کی حضرت مولانا سعداللہ صاحب سہارنپوریؒ نے بھی کافی زوردار تقریر کی حضرت مفتی صاحبؒ کی تجویز پر تو سارا مسئلہ ہی ختم ہوگیا۔

حضرت مولانا مدنیؒ کا دوسرے نمبر پر آپ کا نام لکھنا اور اس خاص اجلاس میں خصوصی نمائندگی دینا آپ پر حد درجہ اعتماد اور اس مسئلہ میں آپ کے مؤقف کا پورا لحاظ فرمانے کے مترادف ہے بعد میں یہ اجلاس ملکی حالات کی نظر ہوگیا اور یہ مسئلہ حل نہ ہوا شرعی طور پر چونکہ اس کا کوئی جواز بھی نہ تھا اس لئے حضرت مفتی صاحبؒ اور علماء سہارنپور نے اس کی مخالفت میں بڑا حصہ لیا اور بالآخر کامیابی انہیں کو ہوئی۔

امارات شرعیہ کے مسئلہ کی اصل بنیاد حضرت مولانا محمد علی کا خطبہ تھا جس میں انہوں نے اس

کے حق میں خاصے دلائل تحریر فرمائے تھے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ان دلائل کا جواب لکھنا شروع فرمایا اور حضرت مفتی صاحبؒ سے بھی بعض جزئیات میں مشورہ کیا اس سلسلہ کا ایک واقعہ حضرت والد صاحبؒ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

﴿ علمی فائدہ ﴾

امارات شرعیہ کا مسئلہ انگریزوں کے عہد حکومت میں کافی دیر سے زیر بحث تھا اس مسئلہ میں غالباً سب سے پہلا خطبہ حضرت مولانا محمد علی مونگیری صاحب کا ہے جس میں اس امر پر کافی بسط سے دلائل پیش کئے گئے ہیں اسی زمانہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ان دلائل پر غور فرما رہے تھے اور ان دلائل پر کچھ تحریر بھی فرما دیا تھا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب جب دیوبند تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے وہ مسودہ آپ کو سنایا اور مشورہ کے بعد ترمیم و اضافات کئے گئے۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے خطبہ کے استدلال کا تذکرہ فرمایا کہ غزوہ موتہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ازخود علَم اسلام کو سنبھال کر لشکر اسلامی کی امارت پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں نے اس کو جائز رکھا اس سے انگریز دور اقتدار میں بھی یہی جواز ثابت کیا گیا تھا کہ اگر مسلمان کسی شخص کو راضی ہو کر امیر تسلیم کر لیں تو یہ امارت صحیح ہو جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے سنتے ہی فرمایا کہ غزوہ موتہ کے اس واقعہ کو ہماری موجودہ حالت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ غیر مسلم حکومت میں تحت ولایت الکفار مسلمانوں کا کسی کو امیر بنالینا یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور غزوہ موتہ میں امیر جیش کا تقرر جو مجاہدین اسلام کی رضامندی سے ہوا تو مجاہدین حکومت غیر مسلم کے باشندے اور تحت ولایت کفار نہ تھے یہ تو کفار سے برسر پیکار اور دوسرے مسلم ملک کے باشندے تھے برخلاف اہل ہند کے یہ تحت ولایت کفار ہیں اس لئے یہ واقعہ محل نزاع سے محض غیر متعلق ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس جواب سے بہت ہی مسرور ہوئے اور اس کی بڑی قدر فرمائی۔..(بزم اشرف کے چراغ)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ

کے

بعض فقہی افادات

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے بعض فقہی افادات اور اہم فتاویٰ جو خاص اہمیت کے حامل ہیں بطور نمونہ اہل علم کے استفادہ کیلئے پیش خدمت ہیں تفصیل ''تتمہ امدادالاحکام'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ ایک غیر مسلم شخص متوفی کا ترکہ اور ورثاء ﴾

سوال نمبر ۱۵۸: ایک غیر مسلم شخص مرا اور اس کا ترکہ اس کی بیویوں کو پہنچا اس کے مرنے کے سات سال بعد ایک بیوی کے لڑکی ہوئی جس کو ڈاکٹروں نے اسی کا حمل بتلایا اور گورنمنٹ نے اس کو جائیداد دلوادی پھر اس لڑکی کے ایک لڑکا ہوا اور اس لڑکے کو اس کی نانی نے متبنی کر لیا اس لئے وہ قابض جائیداد کا رہا پھر اس مرنے والے کے ایک دور کے رشتہ دار نے جائیداد کا دعویٰ کیا اور وکیلوں کی معرفت ان ورثاء سے مقدمہ کیا اور محنتانہ وکلاء کا یہ ٹھہرا کہ اگر کامیابی ہوگئی تو کل جائیداد میں سے ۹/۱۶ حصہ وکیلوں کو دیں گے اور اس کا ایک معاہدہ لکھا گیا اتفاق سے اس وقت جائیداد کا مقدمہ خارج ہوگیا اور زبانی وکیلوں سے معاہدہ فسخ کر دیا گیا مگر اس عہد نامہ کی واپسی یا رسید وغیرہ نہیں لی گئی کچھ دن کے بعد اس دعویٰ دار نے اپیل کی اور اس میں کامیابی ہوگئی تو اس رجسٹری شدہ عہد نامہ کی بناء پر وکیلوں نے اس ۹/۱۶ حصہ زمین کا لے لیا اس زمین کو مسلمان مزارع پہلے سے کاشت کرتے چلے آئے ہیں اور

بوجہ موروثی ہونے کے لگان بہت کم ہے اب حسب ذیل سوالات ہیں:
(۱) صورت بالا میں یہ وکیل مالک زمین کے ہوگئے یا نہیں (۲) اگر موروثی کاشتکار زمین پر قبضہ رکھے تو جائز ہے یا نہیں اور ناجائز ہونے کی تقدیر پر آمدنی اس کی موروثی کاشکار کیلئے جائز ہے یا نہیں (۳) اگر یہ کاشتکار زمیندار سے زمین خریدنا چاہے اور بوجہ اپنی موروثیت کے کم دام میں زمین خرید لے تو اس میں گنہگار تو نہ ہوگا اور زمین کا مالک ہوجاوے گا یا نہیں (۴) اور حکومت کے قانون میں موروثی اور مالک اگر مل کر زمین کو فروخت کریں تو روپیہ نصفا نصف ملتا ہے تو کیا یہ روپیہ موروثی کو لینا جائز ہے (۵) قبضہ حرام ہونے کی تقدیر پر گذشتہ قبضہ سے توبہ کا کیا طریق ہے۔

﴿ الجواب من المولوی عبدالکریم گمتھلویؒ ﴾

(۱) وکیل اس زمین کے مالک ہوگئے ہیں خواہ وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اس معاہدہ کا زبانی فسخ قانوناً معتبر نہیں اور اس عہد نامہ کے مطابق جو زمین لی گئی ہے وہ قانون کے مطابق ہے (۲) موروثی قبضہ کا رکھنا جائز نہیں ہے البتہ جو آمدنی حاصل ہوچکی ہے وہ جائز ہے بوجہ استیلاً کے لیکن اب اس زمین کا واپس کردینا لازم ہے (۳) امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تو اس کو کم داموں پر خریدنا جائز نہیں ہے اور ان کا قول احوط واسلم ہے البتہ امام محمدؒ کے قول پر یہ صورت جائز ہے پس اگر کوئی ان کے قول پر عمل کرے تو اس کی گنجائش ہے مگر ہے خلاف احتیاط۔
تنبیہ: اس پر معاملہ سود کو قیاس نہ کیا جائے۔
(۴) اس کا حکم بھی مثل نمبر۳ کے ہے (۵) فقط قبضہ اٹھالینا کافی ہے و نیز توبہ کرنا باقی رہا تدارک قبضہ گذشتہ کا، سو اس کی ضرورت نہیں ہے فقط۔

﴿ والدلائل ہذہ ﴾

(۱) فی شرح السیر الکبیر ج ٤ ص ٣٤ وعلی هذا لو غصب بعضهم مالاثم اسلموا واختصموا فی ذالك فان القاضی ینظر فی حکمهم قبل ان یسلموا فان علم ان من حکمهم ان الغاصب یملك المغصوب لم یأ مر الغاصب برد شئ الخ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حرب جو کچھ موافق قانون غصب وغیرہ کریں سب موجب تملک ہے۔
(۲) منافع کا استیلاً کی وجہ سے مالک ہوجانا تو بالکل ظاہر ہی ہے اور زمین پر قبضہ کا جائز نہ ہونا اس

واسطے ہے کہ مجرد قبضہ کی وجہ سے استیلاً تو ثابت نہیں ہوا جبکہ قانوناً اصل مالک کو مالک قرار دیا جاتا ہے اور عقد اجارہ ختم ہو چکا پس یہ قبضہ نہ کسی عقد شرعی کے تحت میں ہے نہ استیلاً کا تحقق ہوا اس واسطے ناجائز ہے (۳،۴) فی شرح السیر ایضاً (ج ٤ ص ٢٩) وكذالك لوادعى المسلم المستامن عبداً في يد بعضهم باطلاً (اى عند هم) واقام بينةً فاخذ ه ملكهم من الحربى ودفعه اليه ثم اسلم فهوله لتمام احرازه بحكم ملكهم ولكن ينبغي له ان يرده على صاحبه لان هذاغدر منه بمنزلة مالو اخذمال بعضهم سرا فا خرجه وهناك يفتى بالرد لانه انما غدر بامان نفسه فهذا مثله اه ۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر استیلاً کی وہ صورت اختیار کی جائے جو قانون سلطان حرب کے خلاف نہ ہو تو پھر امام محمدؒ کے نزدی واپسی کا فتویٰ بھی نہ دیا جائے گا (گو شرعاً وہ صورت ممنوع ہو کیونکہ یہ جزئیہ مذکورہ غصب کے جزئیہ کے بعد ہے) اور امام ابو یوسفؒ کا قول مجھے نہیں ملا مگر امداد الاحکام میں مورخہ ۱۸ صفر ۴۷ھ میں یہ عبارت ہے: واما على قول ابى يوسفؒ فلا يجوز للمسلم (اى المستأمن) فى دارالحرب مالايجوز فى دارالاسلام ۔ اور ربوا میں جو اختلاف ہے وہ اس کا مؤید بھی ہے (۵) هذا كله ظاهر ۔ واللہ اعلم

التصدیق: الجواب الذی کتبہ المولوی عبدالکریم صحیح

اشرف علی ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۱۲۷)

﴿ تلقین میت کے متعلق ایک سوال ﴾

سوال نمبر ۱۳: جناب مولانا مولوی حکیم ابو العلاء امجد علی صاحب المدرسین دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف اپنی تصنیف ''بہار شریعت'' حصہ چہارم میں لکھتے ہیں ۔

(مسئلہ) دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا ہے (ردالمختار)[ا] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی

(ا) کنز العمال میں اس روایت کو ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے درج کیا ہے اور طبرانی، کبیر، ابن عساکر، ویلمی کی طرف منسوب کیا ہے اور قاعدہ مذکورہ فی الخطبہ کی بناء پر ویلمی وابن عساکر کی روایت ضعیف ہے اور طبرانی کی اگر وہی سند ہے تو ضعیف ہے اور غالب گمان یہی ہے واللہ اعلم ۔ عبدالکریم عفی عنہ

مرے اوراس کی مٹی دے چکوتو تم میں سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہوکر کہے یافلاں بن فلان وہ سنے گااور جواب نہ دیگا پھر کہے یافلاں بن فلاں وہ سیدھا کھڑا ہوکر بیٹھ جائے گا پھر کہے یافلاں بن فلاں وہ کہئے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہے اذکر ماخر جت علیه من الدنیا شهادة ان لااله الااللّٰه وان محمداً عبده ورسوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وانك رضیت باللّٰه رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبیاً وبالقرآن اماماً۔ نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلوہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی محبت سکھا چکے اس پر کسی نے حضورؐ سے عرض کی اکہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہوتو فرمایا حوا کی نسبت کرے رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضاً فی الاحکام وغیرہما بعض اجلہ تابعین فرماتے ہیں جب قبر پر مٹی برابر کر چکے اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوکر یہ کہا جائے یافلاں بن فلاں قل لا الٰہ الا اللہ تین بار، پھر کہا جائے قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لہٰذا عرض ہے کہ یہ مضمون بالا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔

الجواب: حدیث تلقین اموات کی معتبر وصحیح ہے جس کو ردالمختار میں بھی نقل کیا ہے[1] کیونکہ اہل سنت والجماعت لقنوا موتاکم سے حقیقی معنیٰ ارادہ کرتے ہیں اور شیخ کمال الدین ابن الہمام بھی اپنی کتاب فتح القدیر میں تائید بتفصیل کرتے ہیں کہ موتاکم سے مراد حقیقی معنی ہیں درمختار میں ہے وفی الجواهرة انه مشروع عنداهل السنة الخ اور ردالمختار میں ہے اماعند اهل السنة فالحدیث ای لقنو امواتاکم لااله الااللّٰه محمول علی الحقیقة لان اللّٰه یحییه علیٰ ماجاء ت به الآثار وقدروی عنه علیه السلام انه امر بالتلقین بعد الدفن یا فلاں بن فلاں اذکر دینك الذی کنت علیه من شهادة ان لااله الااللّٰه وان محمداً رسول اللّٰه وان الجنة حق والنارحق وان البعث حق وان الساعة آتیة لاریب فیها وان اللّٰه یبعث من فی القبور وانك رضیت باللّٰه رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم نبیاً وبالقرآن اماماً وبالکعبة قبلة وبالمؤمنین اخواناً وقد اطال فی الفتح فی تائید حمل

---

(۱) سخت حیرت ہے کہ بلاحوالہ اور سند کے صحیح لکھ دیا کیا شامی میں نقل کرنے سے اس کا صحیح ہونا لازم آتا ہے؟......................عبدالکریم عفی عنہ

موتاکم فی الحدیث علی الحقیقة مع التوفیق بین الادلة علی ان المیت یسمع او لایسمع کماسیأتی فی باب الیمین الخ اگرچہ تلقین بعد تدفین غیر مروج ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب ہے۔ فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

جواب دوم از تھانہ بھون

اقول و باللہ التوفیق

جب ظاہر روایات میں ممانعت موجود ہے تو پھر بعض فقہاء کے قول کی بناء پر اس کو مستحب اور مشروع قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے اور ممانعت تلقین کی بناء استحالۂ حیات بعد الموت قرار دے کر اس کو معتزلہ کا مذہب او بر تلقین کو اہل سنت کا مذہب کہنا بھی تعجب انگیز ہے کیا علاوہ اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی ایک وجہ تو خود فتح القدیر نے کافی سے نقل کی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ایمان کے ساتھ مرا ہے تو اس کی حاجت نہیں اور اگر (نعوذ باللہ) کفر پر خاتمہ ہوا تو تلقین مفید نہیں، اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی یہی وجہ لکھی ہے چنانچہ کفایہ کی عبارت یہ ہے:

وقدروی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنة والاول مذھب المعتزلة الاانانقول لافائدة فی التلقین بعدالموت لانہ ان مات مؤ منا فلا حاجة الیہ وان مات کافراً فلایفیدہ التقلین اہ۔

باقی رہی یہ بات کہ لقنو امواتاکم میں معنی حقیقی مراد کیوں نہیں لئے سواس کی وجہ احقر کہ فہم ناقص میں یہ آتی ہے کہ لفظ موتی سے جس طرح حقیقی معنی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح مجازی بھی مفہوم ہوتے ہیں اور مجازی معنی لینے سے نفع زیادہ کیونکہ اس وقت وجہ تکلیف کے محتضر کو از خود التفات ہونا دشوار ہے اور تلقین سے اس کو توجہ ہو جاتی ہے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر من کان آخر کلام لاالہ الااللہ دخل الجنة کا مصداق بن جاتا ہے بخلاف تلقین بعد الدفن کے کہ اس میں بعض نے تو کوئی نفع تسلیم ہی نہیں کیا جیسا کہ کافی اور کفایہ سے نقل کر چکا ہوں اور اگر وہ نفع بھی تسلیم کیا جاوے جو صاحب فتح القدیر نے بیان کیا ہے یعنی استیناس بالذکر تب بھی وہ نفع یقیناً بہت کم ہے اس نفع سے کو جو محتضر کو ہوتا ہے کیونکہ حالت احتضار میں تلقین کرنا عمل کی ترغیب دلانا ہے اور عمل جس درجہ مفید ہے ظاہر

ہے اور محض استیناس عمل کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے۔ خلاصہ جواب اشکال کا یہ ہوا کہ موتیٰ کے مجازی معنیٰ مراد لینا راجح ہیں لہٰذا حقیقی معنیٰ مراد نہیں لئے بلکہ تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حقیقت مہجور ہے اور مجاز متعارف اور حقیقت مہجورہ سے مجاز متعارف مقدم ہوتا ہے کما علم من الاصول اور حقیقت کا مہجور اور مجاز کا متعارف ہونا ظاہر ہے کیونکہ تلقین محتضر ہرامت کا تعامل ہے حالانکہ اس کی دلیل سوائے لقنوا موتاکم کے اور کوئی نہیں ہے اگر مجاز متعارف نہ مانا جاوے تو تلقین محتضر کی کوئی دلیل ہی نہ رہے حالانکہ شامی نے درایہ سے نقل کیا ہے انہ مستحب بالاجماع اھ اور اگر کوئی حقیقت کا مہجور ہونا تسلیم نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ مجاز تو متعارف ہے لیکن ساتھ ہی حقیقت بھی مستعمل ہے اور اس بنا پر حقیقت کو راجح کہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب حقیقت مستعمل ہو اور مجاز متعارف تب بھی صاحبین کے نزدیک تو مجاز ہی مقدم ہوتا ہے البتہ امام صاحبؒ کے نزدیک اس وقت حقیقت اولیٰ ہے سو ان کی طرف سے وہی جواب ہوسکتا ہے کہ تلقین محتضر مفید ہے اور تلقین میت مفید نہیں اور محض استیناس کا فائدہ عمل کے مقابلہ میں معتدبہ نہیں جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے نیز استیناس تلقین پر موقوف نہیں بلکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے بدون تلقین بھی استیناس ہوتا بلکہ مع شئی زائد ای وصول الثواب فلا حاجة الی التلقین الذی ھو ادون من ایصال الثواب (چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ سے مسلم نے روایت کی ہے ثم اقیموا حول قبری قدر ماینحر جزور و یقسم لحمھا حتی استانس بکم، الحدیث وھو الموقوف فی حکم المرفوع) علاوہ ازیں یہاں گو حقیقت مستعمل ہے مگر متعذر رہے اور جب متعذر رہو تو بہر حال مجاز مراد ہوتا ہے اتفاقاً بین الامام وصاحبیہ اور جو اہل علم سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک تو تعذر ظاہر ہے اور جو اہل علم سماع موتیٰ کے قائل ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو تلقین موتیٰ میں متعذر نہ مانیں گے مگر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی متعذر رہے کیونکہ وہ مطلق سماع کے قائل ہیں سماع مفید کا کوئی قائل نہیں ہے اور مقصود سماع مفید ہوتی ہے پس جب سماع مفید کا کوئی بھی قائل نہیں تو تلقین موتیٰ میں حقیقی میت مراد لینا بالاتفاق متعذر رہے۔ فافہم

اور اگر اس روایت کو بطور اشکال لایا جاوے جس میں بعد الدفن کی تصریح ہے تو وہ اگر صحیح ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ روایت بالمعنیٰ ہو اور یہ سب تفصیل صرف درجۂ توجیہ میں ہے ورنہ اصل

مداراس پر ہے کہ جب ظاہر روایت میں تلقین بعدالدفن کی نفی ہے جس کا مقتضا غیر مشروع یا کم از کم غیر مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے بعد ہم مقلدین کو اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں خصوصاً جبکہ اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور جس کو خلاف سمجھا گیا اس کا جواب موجود ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تلقین بعدالموت مشروع نہیں ہے ان کا ظاہر روایت پر عمل ہے اور وہی قوی ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ تطبیق کیلئے دونوں وقتوں میں تلقین کو جائز کہا جاوے تو بہتر ہے کہ مزید نفع ہو تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجاز وحقیقت کا جمع کرنا جائز نہیں کما تقرر فی الاصول اور عموم مجاز کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے چنانچہ خود علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں ولیس یظهر معنی یعم الحقیقی و المجازی الخ اب ایک امر قابل غور اور رہا وہ یہ کہ اگر ظاہر الروایۃ کا محمل یہ قرار دیا جاوے کہ تلقین بعدالموت مسنون نہیں اور طبرانی وغیرہ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کو اباحت پر محمول کیا جاوے اور عجب نہیں کہ زیلعی سے شامی نے جو تین قول نقل کئے ہیں ان میں سے قول ثالث یعنی لایؤ مر به و لا ینهیٰ عنه کا یہی منشاء ہو سو بظاہر اس سے کوئی مانع نہیں لیکن اس زمانہ میں تلقین بعدالدفن روافض کا شعار ہے اس واسطے اس کی اجازت نہ دی جاوے گی اور اس کی نظیر فقہ میں موجود ہے کہ باوجود وارد فی الشرع ہونے کے منع کی علت شعار فرق ضالہ قرار دی ہے چنانچہ درمختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: ویجعله (ای الخاتم) لبطن کفه فی یده الیسریٰ وقیل الیمنی الاانه شعار الروافض فیجب التحرز عنه قهستانی وغیرہ۔

فقط واللّٰہ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از تھانہ بھون مورخہ ۵/رجب ۱۳۵۰ھ

﴿ کشف الغطاء عن کتابة النساء ﴾

لڑکیوں کیلئے جبریہ تعلیم کا قانون بنانا مذہب اسلام کی رو سے جائز ہے یا نہیں اور کیا مسلمانوں کو اس کی مخالفت کرنی چاہئے؟

سوال نمبر ۱۴: بعض ممبران کونسل کوشش کررہے ہیں کہ صوبہ یوپی میں لڑکیوں کے واسطے بھی جبریہ تعلیم کا قانون بنادیا جائے کیا ایسا قانون مذہب اسلام کی رو سے جائز ہے؟ اگر جائز نہیں ہے تو مسلمان ممبروں کو و نیز دیگر اہل مذہب کو مخالفت کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

الجواب: یہ تجویز مذہب اسلام کے سراسر خلاف ہے اوراس کا خلاف اسلام ہونا بالکل ظاہر ہے مگر افسوس کہ اس زمانہ میں ظاہر سے ظاہر بات پر بھی دلیل قائم کرنا پڑتی ہے اس لئے مختصر طور پر عرض ہے کہ لڑکیوں کی جبر یہ تعلیم میں وہ خرابی بدرجہ اولیٰ ہے جولڑکوں کی جبر یہ تعلیم میں شاہد ہوچکی یعنی اس قانون کو جاری کرنے والے تعلیم قرآن ودینیات کی حتی الوسع بیخ کنی کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتے گوقول خداوندی یریدون لیطفؤ نوراللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرن کے مطابق وہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتے گویا قرآن مجید ان نام نہاد مسلمانوں کی اس بیہودہ سعی کو دیکھ کر یہ کہتا ہے ؎

قتل ایں خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز ایسے ہی لوگوں کے بارے میں دربار خداوندی میں شکایت پیش کریں گے یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ۔مسلمانوں کولازم تھا کہ لڑکوں کی تعلیم کوحدود شریعہ میں رکھتے اوراس جبر یہ تعلیم کے قانون سے تعلیم قرآن شریف پر کوئی اثر نہ آنے دیتے جیسا کہ ان کو ۱۳۴۶ھ میں ایک مدلل اور مفصل فتویٰ شائع کرکے آگاہ کیا گیا تھا جس پر تھانہ بھون سہارنپور، دیوبند اور دہلی وغیرہ علماء کرام نے متفقہ تصدیقات تحریر فرمائی تھیں (یہ فتویٰ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقیم نظام الدین دہلی سرپرست انجمن خادم القرآن بازار بلی ماراں دہلی نے چھپوایا تھا اور مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں بھی موجود ہے) مگر افسوس کہ اصلاح کی بجائے اور ایک قدم بربادی اورتباہی کی طرف اٹھانے لگے کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں میں بھی اس زہریلے اثر کو پھیلانے کے متمنی اورساعی ہیں۔ابھی وقت ہے کہ بہت سہولت کے ساتھ مسلمان اس اخلاق اور دین کو تباہ کرنے والے قانون سے محفوظ رہ سکتے ہیں پس ان کولازم ہے کہ اس وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور جان توڑ کوشش کرکے اس تجویز کو مسترد کردیں۔اول تو تعلیم قرآن میں حارج ہونے سے ہی واضح ہے کہ یہ قانون خلاف شرع ہے مذہب اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا دوسرے اس میں اس خرابی کے علاوہ جولڑکوں کے متعلق بیان کی گئی اور بھی بہت سی خرابیاں موجود ہیں جن میں سے ہر ایک اس کی مستقل دلیل ہے کہ یہ قانون شرع اسلام کے خلاف ہے بطور مشتے نمونہ ازخروارے کچھ بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) اسلام میں پردہ کی بے حد تاکید وارد ہے کہ بلاضرورت گھر سے باہر قدم نکالنے ہی کی اجازت

نہیں لقولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیة الاولی اور حکم ہے ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جب زیور تک کی آواز کا پردہ ضروری ہے تو پھر عورت کی آواز کا پردہ کس قدر ضروری ہوگا اور خود عورت کو کس قدر گہرا پردہ کرنا لازم ہوگا۔ الغرض پردہ کرنا اسلام کا ایک تاکیدی حکم ہے اور آج کل بے علم اور کم فہم لوگوں نے اس پر جو شبہات کئے ہیں رسائل ذیل کے دیکھنے سے ان کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔

لطائف رشیدیہ، مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، القول الصواب فی مسئلة الحجاب اثبات الستور لذوات الخدور ۔ا لقاء السکینة فی تحقیق ابداء الزینة ہر سہ از حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم ۔قول الصواب (جو ایک صاحب نے نو تعلیم یافتہ لوگوں کے مذاق کی رعایت کر کے لکھا ہے) اور ظاہر ہے کہ اس تعلیم میں پردہ ہونا محال ہے گو وہ لوگ جو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا خود دھوکہ میں پھنسے ہوئے ہیں اس کے مدعی ہیں کہ ان زنانہ سکولوں میں پردہ کا کافی زیادہ انتظام ہے مگر ذرا غور کیا جاوے تو واضح ہوجاوے گا کہ اول تو یہ ضرورت ہی شریعت کے نزدیک اس درجہ کی نہیں جس کیلئے گھر سے نکلنے کی اجازت دی جائے اور اگر بالفرض اس کو ضرورت بھی تسلیم کر لیں تو جس درجہ میں شرعاً پردہ ضروری ہے اس کا انتظام اسکول میں ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ اکثر لڑکیاں بے خبری کی وجہ سے پورے پردہ کا خود اہتمام نہیں کرسکتیں بلکہ ان کے سرپرست ان کو ہر موقع پر مناسب ہدایت کرتے رہتے ہیں اسکول میں ان کو کون ہدایت کرے گا خاص کر جبکہ خود استانی صاحبہ بے پردگی اور آزادی کی حامی ہو پردہ کا اہتمام تو درکنار بہت جگہ بیہودہ استانی کی بدولت عفت سوز واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں اسی طرح راستے میں آتے جاتے میں پوری حفاظت کا انتظام برائے گفتن ہی ہوتا ہے اور جس سکول میں استانی غیر مسلم ہو یا غیر مسلم لڑکیاں بھی تعلیم پاتی ہوں وہاں غیر مسلم عورت سے تو پردہ کا محال ہونا ظاہر ہے حالانکہ شریعت مقدسہ میں غیر مسلم عورت سے بھی ہتھیلی اور چہرے کے سوا تمام بدن کا چھپانا فرض ہے کما صرح به الفقھأو المفسرون واستدلوا بقوله تعالیٰ او نساء ھن ۔اگر کوئی صاحب شبہ کریں کہ جبریہ تعلیم بالغ عورتوں کے واسطے نہیں ہے جو بے پردگی وغیرہ کا اعتراض وارد ہوسکے اس کا جواب یہ ہے کہ نابالغ پر پردہ کا حکم عائد نہ سمجھنا غلط ہے شریعت مقدسہ کی رو سے مراہقہ کا حکم بالغہ کے مثل ہے اور مراہقہ نو سال کی عمر میں شمار کی جاتی ہے

کما صرح به الفقهاء قاطبة بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ سات آٹھ سال کی عمر میں کسی قدر پردہ شروع کیا جاوے تاکہ زمانہ مراہقہ تک عادت ہو جاوے جیسا کہ دیندار خاندانوں میں دستور ہے اور آج کل زمانہ کی نازک حال کو دیکھتے ہوئے یہ ضرورت زیادہ شدید ہو جاتی ہے پس جب سات سالہ بچی کو پردہ میں رکھنے کی ضرورت ہے اور نو سال کی عمر میں بالغہ کے مثل حکم دیا گیا ہے تو پھر کم سنی کا وہ زمانہ کہاں بچا جس میں پردہ کی ضرورت نہ ہو اور تعلیم کے قابل ہو اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جبریہ تعلیم کا قانون بارہ سال کی عمر تک جاری ہوتا ہے جس کی زد میں یقیناً وہ لڑکیاں آتی ہیں جن پر پردہ فرض ہے بلکہ بہت سی ان میں حقیقتاً بالغ ہوتی ہیں امید ہے کہ اس مختصر تحریر میں غور کر کے حکم خداوندی کو بسر وچشم منظور کریں گے اور ہرگز اس بے حیائی کو گوارا نہ کریں گے جس طرف ان کو یہ پرفتن زمانہ بلا رہا ہے ورنہ دین اور دنیا دونوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

(۲) صحیح حدیث شریف میں ہے لاتنزلوهن الغرف ولاتعلموهن الكتابة وعلموهن المغزل وسورة النور (كنزالعما بحواله هب عن عائشة وسكنت عنه سيوطى فهو صحيح عنده ايضاً) اس ارشاد مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تربیت میں سخت احتیاط کی ہدایت فرمائی ہے اور ان کو کتابت سکھلانے سے منع فرمایا ہے گو بعض خاص مواقع اس ممانعت سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں مگر عام طور پر عورتوں کو کتابت سکھلانے کی ممانعت ہی ہے کیونکہ ان کیلئے اس علم میں نفع کم ہے اور ضرر کا اندیشہ زیادہ اور اسی پر قیاس کر کے ایک علوم غیر ضروریہ مثل جغرافیہ وغیرہ کا حال بھی معلوم ہو گیا اور یہ مضامین جبریہ تعلیم کے نصاب میں لازمی ہیں اس سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ یہ قانون مذہب اسلام کے خلاف ہے۔

(۳) مختلف عقائد و خیالات کی استانیاں اور لڑکیاں جمع ہوتی ہیں جس کے باعث لڑکیوں پر کم عقلی کی وجہ سے بہت برا اثر پڑتا ہے جس کا مشاہدہ ہزاروں جگہ ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر مسلمان اپنے ہاتھوں اپنی معصوم بچیوں کو بے دین اور بے حیا بنانا چاہتے ہیں تب تو خیر ورنہ ان کے مذہب کی حفاظت اسی میں ہے کہ اس جبریہ تعلیم کے قانون کی سخت مخالفت کریں وما علینا الاالبلاغ۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

جواب عین صواب ہے بلکہ بعضے...... مدعیان اسلام فرقے بھی اپنے خاص عقائد کے سبب

فتوے کی رو سے مسلمان نہیں ہیں اگر معلّمہ اس فرقہ کی ہوئی تو مسلمان لڑکیاں اس سے بھی شرعاً ویسا ہی بدن چھپائیں جیسا کافر عورت سے اور اس کی دشواری اوپر معلوم ہو چکی ہے۔

کتبہ اشرف علی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

﴿ اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں ﴾

سوال نمبر ۴۷: امام و مقتدی نماز سے پہلے اپنی جگہ پر صف میں بیٹھے رہیں اور مکبر اقامت میں حی علی الصلوۃ کہے تب امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور نماز کی نیت کر لیں یہ مسئلہ مفتاح الجنۃ اردو مصنفہ جناب مولوی کرامت علی جونپوری مطبوعہ مطبع احمدی واقع شاہ باغ ص ۴۸، ۴۹ میں تحریر ہے حالانکہ اس وقت تک محققین علماء کرام کا جو احناف میں سے ہیں اس پر عمل ہے کہ شروع اقامت کے وقت امام و مقتدی کھڑے ہو کر صفوف کو ترتیب دیتے ہیں اور کلمہ قد قامت الصلوۃ پر امام و مقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں ایک امام مسجد جو علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں اس مسئلہ کو کتاب مذکور میں دیکھ کر خود بھی اقامت شروع ہونے سے پہلے اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور مقتدیوں کو بھی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھنے کو مجبور کرتے ہیں اس سے فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے کیا کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ سے امام اور مقتدیوں کا اقامت کے وقت بیٹھا رہنا ثابت ہے اور اگر کتب حنفیہ اور احادیث صحیحہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے تو علماء احناف کا عمل اس کے خلاف کیوں ہے؟ اور ہمیں کس مسئلہ پر عمل کرنا چاہئے؟ جواب بدلائل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب: شروع اقامت سے کھڑے ہو جانے کا جو معمول ہے وہی بہتر ہے اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں اور یہ مسئلہ جو مفتاح الجنۃ میں ہے کتب فقہ میں بھی اس کی اصل مذکور ہے لیکن اول تو فقہا نے اس میں تفصیل لکھی ہے نامعلوم مفتاح الجنۃ میں وہ تفصیل بھی لی ہے یا نہیں تفصیل یہ ہے کہ اگر امام وقت جماعت سے پیشتر ہی مصلے کے قریب بیٹھا ہوا ہے تب تو حی علی الفلاح (بعض حی علی الصلوۃ لکھتے ہیں واللہ اعلم) کہتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر امام جماعت کے وقت پر خارج مسجد سے آیا ہے تو جس صف سے گذرتا جاوے وہ صف کھڑی ہوتی جاوے اور اگر امام صفوف کے سامنے سے داخل ہوا ہو (مثلاً حجرہ میں دریچہ ہو امام اس دریچہ سے آوے) تو سب صفوف امام کو دیکھتے ہی کھڑی ہو جاویں یہ تین صورتیں تو درمختار، عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہیں اور ایک چوتھی صورت یہ ہے

کہ امام مسجد میں تو پہلے سے موجود ہے لیکن محراب سے فاصلہ پر ہے سو اس صورت کا حکم بھی تفصیل بالا سے معلوم ہو گیا کہ جن صفوف سے امام آگے ہے وہ صفیں امام کے اٹھتے ہی سب کھڑی ہو جاویں اور جو صفوف امام سے آگے بیٹھی ہیں ان میں جس صف سے امام بڑھتا جاوے وہ کھڑی ہوتی جاوے اسی چوتھی صورت کو علامہ شامیؒ نے درمختار ہی کی عبارت سے مستنبط فرمایا ہے درمختار کی عبارت یہ ہے:

(والقیام) لامام وموتم (حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام یقرب المحراب والافیقوم کل صف ینتهی الیه الامام علی الاظهر)وان دخل من قدام قاموا حین یقع بصرهم علیه۔ اورشامی نے والافیقوم کے تحت میں لکھا ہے: ای وان لم یکن الامام بقرب المحراب بان کان فی موضع آخر من المسجد او خارجه ودخل من خلف (ص۵۰۰ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر حال میں نہیں ہے بلکہ چار صورتوں میں سے صرف ایک صورت میں ہے ونیز یہ کسی نے نہیں کہا کہ امام صاحب ضرور خواہ مخواہ جا کر بیٹھا کریں بلکہ اس مسئلہ کا منشاء صرف یہ ہے کہ اگر اتفاقاً پیشتر سے امام محراب کے قریب بیٹھا ہو تو یہ حکم ہے پس ان امام صاحب نے اس کا اہتمام جو شروع کیا ہے یہ ان کی زیادتی ہے ایسا اہتمام ہرگز نہ چاہئے دوسرے یہ کہ یہ سب آداب میں سے ہیں اور ادب وہ ہے جو اکمال سنت کے واسطے مشروع ہوا ہو اور اس کے ترک پر ملامت وعتاب نہیں ہو سکتا اگر کوئی کرے تو بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں کما صرح بہ فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقهیة پس مقتدیوں کو مجبور کرنا بالکل بے جا ہے تیسرے یہ بات غور طلب ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونے کا جو آداب میں شمار کیا ہے تو اس کا مد مقابل کیا ہے عام طور پر لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حی علی الفلاح سے پہلے کھڑا ہونا خلاف اولیٰ ہے (مؤلف مفتاح الجنة نے یہی سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھا دیا کہ امام ومقتدی سب اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں ورنہ کتب فقہ میں اس جملہ کا کہیں پتہ نہیں) حالانکہ یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد بیٹھا رہنا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اقامت کے بعد فوراً نماز شروع کر دینا مستحب ہے اس واسطے اس کے ختم ہونے سے پیشتر کھڑا ہونا آداب میں رکھا گیا تا کہ اس سنت مستحبہ کی تکمیل ہو جاوے پس اس بنا پر اگر اقامت کے شروع ہی سے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا اور یہ جو احقر نے کہا ہے کہ قیام عند الحیعلة کو اولیٰ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پیشتر قیام خلاف اولیٰ ہو بلکہ حیعلہ کے بعد جلوس کو خلاف اولیٰ کہنا چاہئے اس کی طرف

مراقی الفلاح کے قول میں اشارہ ہے کیونکہ اس میں یہ دلیل لکھی ہے لانہ امر بہ فیجاب اس سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود امر کی طرف مبادرت ہے کما صرح به الطحطاوی بقوله فیبادرالیها بالقیام اور ظاہر ہے کہ مبادرت کا مقابل دیر لگانا ہے بعد امر کے نہ کہ امر سے قبل مستعد ہونا پس واضح ہوگیا کہ ہمارا معمول ہرگز خلاف اولیٰ نہیں ہے بلکہ ہم بدرجہ اولیٰ اس کے حکم مبادرت الی القیام پر عامل ہیں و نیز جتنا جلدی کھڑے ہوں گے اسی قدر اہتمام ہوگا تسویۂ صفوف کا پس اس کی کوئی وجہ نہیں کہ قیام قبل الحیعلہ کو خلاف اولیٰ کہا جاوے اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شرح مراقی الفلاح میں تصریح ہے: و اذااخذ المؤذن فی الاقامة ودخل رجل المسجد فانه یقعد ولا ینتظرقائماً فانه مکروه کمافی المضمرات قهستانی ویفهم منه کراهة القیام ابتدأ الاقامة والناس عنه غافلون سو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ جزئیہ اگر تسلیم کیا جاوے تو مخصوص ہوگا اس صورت کے ساتھ جبکہ امام اور قوم بیٹھی ہو کہ اس وقت آنے والے کو سب کی موافقت کرنی چاہئے خلاف کرنا کراہت سے خالی نہیں پس یفهم منه سے جو تصریح کی گئی ہے وہ مخدوش ہے هذاماعندی والله اعلم وعلمه اتم واحکم۔

اور دوسرا جزء جو سوال میں ضمناً مذکور ہے کہ کلمہ قد قامت الصلوٰۃ پر امام و مقتدی نماز کی نیت کرتے ہیں ہمارے اکابر کا اس پر بھی عمل نہیں ہے بلکہ اقامت پوری ہونے کے بعد نماز شروع کرتے ہیں اور اسی کو بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ اس طرح مؤذن تکبیر تحریمہ میں شامل ہوجاتا ہے اور اقامت کا جواب دینا جو مستحب ہے اس کا بھی موقع امام اور مقتدی سب کو ملتا ہے اور طحطاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے لانه قال تحت قول الشرنبلالية(و) من الادب (شروع الامام) الی احرامه(مذقیل) ای عند قول المقیم(قد قامت الصلوٰة) عند هماوقال ابو یوسف یشرع اذافرغ من الاقامة الخ ای بدون فصل وبه قالت الآئمة الثلاثة وهواعدل المذاهب شرح المجمع وهوالاصح قهستانی عن الخلاصة وهو الحق نهر (ص ١٦٢)

فقط واللّٰہ اعلم بالصواب۔ کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ ۲۸ جمادی الثانی ۵۱ھ

﴿ جس نے عشاء کی نماز تنہا ادا کی ہو وتر جماعت سے ادا کرے یا تنہا ﴾

سوال نمبر ۲۶: کل بعد عشاء وتراویح مسئلہ بیان کیا گیا کہ جس شخص نے فرض نماز عشاء جماعت

سے نہ پڑھی ہو (یعنی منفرداً پڑھی ہو) وہ وتر بھی منفرداً پڑھے اور جماعت کی شرکت سلام سے پہلے امام سے مشارکت ہو جانے سے ثابت ہو جاوے گی اس کے بعد بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگرچہ جماعت سے فرض عشاء نہ پڑھے ہوں تب بھی جماعت وتر میں شامل ہو اور وتر جماعت سے ادا کرے اس کے بعد بہشتی زیور دیکھا گیا تو اس میں اس کے حصہ بہشتی گوہر میں مسئلہ بعبارت ذیل درج ہے:

تراویح کا بیان، مسئلہ نمبر ۵: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جاویں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے (شامی ص ۷۳۷ ج ۱ مکمل و مدلل بہشتی گوہر ص ۴۰) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ منفرداً فرض عشاء پڑھنے پر بھی وتر جماعت سے پڑھے بہشتی زیور میں حوالہ مذکور شامی مطبوعہ سندھ ۱۳۹۳ھ سے ہے مگر یہاں وہ شامی نہیں بلکہ مطبوع مصر ہے اس میں جب (مبحث صلوٰۃ التراویح ص ۵۲۳، ۵۲۴) میں دیکھا گیا تو مندرجہ ذیل عبارت ملی (ولوترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلو التراویح جماعة) لانها تبع فمصلیه وحده یصلیها معه درمختار (قوله لانها تبع) ای لان جماعتها تبع لجماعة الفرض فانها لم تقم الا لجماعة الفرض فلو اقیمت بجماعة الفرض وکان رجل قد صلی الفرض وحده فله ان یصلیها مع ذالك الامام لان جماعتهم مشروعة فله الدخول فیها معهم لعدم المحذورهذا ماظهر لی فی وجهه وبه ظهر ان التعلیل المذکور لایشمل المصلی وحده وظهره صحة التفریع بقوله فمصلیه وحده الخ فافهم (شامی ص ۶۶۳ ج ۱)

عبارت محررہ سے معلوم ہوا کہ اگر فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں تب بھی جماعت میں شرکت کرے جیسا کہ خط کشیدہ عبارت اس کو واضح کر رہی ہے۔ اب آگے یہ عبارت ہے:

(ولولم یصلها) ای التراویح (بالامام) اوصلاها مع غیره (له ان یصلی الوتر معه) درمختار (وقوله لولم یصلها الخ) ذکر هذالفرع والذی قبله فی البحر عن القنیة وکذافی متن الدرولکن فی التتار خانیة عن الثقة انه سئل علی بن احمد عمن صلی الفرض والتراویح وحده اوالتراویح فقط هل یصلی الوتر مع الامام فقال لاه ثم رائیت القهستانی ذکر تصحیح ماذکره

المصنف ثم قال لكنه اذالم يصلي الفرض معه لايتبعه فی الوتراه فقوله ولولم يصلها ای وقد صلی الفرض معه لكن ينبغي ان يكون قول القهستانی معه احتراز عن صلاتها منفرداً امالو صلاها جماعةمع غيره ثم صلی الوتر معه لاكراهة تامل (ص۶۶۳ ج ا شامی)

اس عبارت مسطورہ سے صاف صاف واضح ہے کہ تراویح چاہے منفرداً پڑھی ہو چاہے اس امام (جس کے پیچھے وتر پڑھنا ہے) کے سوا دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہو وتر اس امام کے پیچھے پڑھے ہوں اگر فرض عشاء منفرداً پڑھے ہوں تو البتہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے یعنی جماعت سے نہ پڑھے باقی رہا یہ کہ بقی لو تركها الكل يصلون الوتر الخ درمختار (قوله بقی الخ) الذی يظهر ان جماعة الوتر الخ (شامی ص۶۶۳ ج ا) اس کو اس جزئیہ سے تعلق نہیں۔

اب معروض یہ ہے کہ اگر اس وضاحت میں بھی احقر سے غلط فہمی ہوئی ہے اور مسئلہ اس طرح صحیح ہے جس طرح بہشتی گوہر (بحوالہ مذکورہ) میں ہے کہ اگر نماز عشاء منفرداً پڑھی تب بھی وتر جماعت سے پڑھے تو نہایت ادب سے عرض ہے کہ اس کی تصریح اور وضاحت فرمادی جاوے کہ احقر کیلئے شرح صدر کا باعث ہو اور اس سے رجوع کر کے مصلیوں کو مسئلہ سنا دیا جائے یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے محض رفع اشتباہ اور تحقیق حق کیلئے ہے نہ حضور والا کے انتباہ کیلئے پس سوال یہ ہے اگر فرض عشاء اور تراویح دونوں گھر پڑھے ہوں یا اکیلئے کہیں اور پڑھے ہوں اور وہ شخص ایسی جگہ (مسجد یا کسی اور مقام پر) حاضر ہوا کہ وہاں وتر جماعت سے شروع ہوئی تو یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے یا نہیں؟

الجواب: شامی ص۷۴۷ ج ا مطبوعہ سندھ میں اس مسئلہ کا جز اول یعنی ''ان کو بعد وتر پڑھے'' تک ہے اور جز دوم یعنی ''یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے'' اس جگہ اس کا ذکر نہیں بلکہ اس کا ذکر اسی عبارت میں ہے جو سوال میں درج ہے اور مطبوعہ سندھ کے ص۷۴۱ پر درج ہے مگر شامی میں صفحہ مذکور پر جو عبارت مندرجہ فی السوال ہے اس سے بہشتی گوہر کی تائید نہیں ہو سکتی ولولم يصلها الخ کا خلاف ہونا تو ظاہر ہے ہی لیکن لانه تبع فمصليه الخ سے بھی تائید نہیں ہوتی کیونکہ اس سے فاقد الفرض کیلئے جماعت تراویح میں جواز شرکت ثابت ہوتی ہے نہ کہ جماعت وتر میں کمايظهر بادنیٰ التامل پس سائل کا استدلال صحیح ہے یعنی جواز شرکت فی الوتر صحیح نہ ہو۔ اب رہی یہ بات کہ جواز شرکت کہاں سے ثابت ہے؟ سو اس کے متعلق عرض ہے کہ فتاویٰ عبدالحیؒ میں بعد نقل روایات عدم جواز لکھا ہے لیکن

کدامی وجہ قوی معتد بہ عدم جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم میشود واللہ اعلم۔

حررہ الراجی عفور بہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بعد ازاں مولوی محمد نعیم صاحب کی تصدیق اس طرح درج ہے: فی غنیة المستملی فی شرح منیة المصی واذالم یصل الفرض مع الامام معن عن الائمة الکر ابلسی انه لایتبعه فی الوتر ولافی التراویح وکذا اذالم یتابعه فی التراویح لایتابعه فی الوتر وقال ابو یوسف اذاصلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معه الوتر وکذااذالم یدرك شیئاً وکذا اذاصلی التراویح مع غیره له ان یصلی الوتر معه وهو الصحیح ذکره ابو ا للیث اه وفی مختصره(ای الصغیری) واذالم یصلی الفرض مع الامام قیل لایتبعه فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معه التراویح لا یتبعه فی الوتر والصحیح انه یجوز ان یتبعه فی ذالك کلها واللّٰه اعلم بالصواب وعند ہ علم الکتاب۔ کتبہ ابوالاحیاء محمد نعیم عفی عنہ ذنبہ العظیم

اب ایک خلجان اور باقی رہا وہ یہ کہ پھر بہشتی گوہر میں اس کو درمختار کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟ جس میں بجائے موافقت کے مخالفت موجود ہے سواصل واقعہ بعد کاوش بسیار یوں معلوم ہوا کہ علم الفقہ جواصل ماخذ ہے گوہر کا اس میں جز واول کا حوالہ درمختار میں موجود ہے اور گوہر میں جز ودوم کا اضافہ کر کے صغیری کا حوالہ بڑھا دیا گیا تھا جو مطبوعہ قدیم میں موجود ہے اور مکمل مدلل میں صغیری کا نام غلطی کاتب کے باعث رہ گیا واللہ اعلم۔ کتبہ عبدالکریم عفی عنہ ۲۰ رمضان ۴۸ھ

﴾ ادھار کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا قائلین عدم جواز کا جواب ﴿

سوال: بیع نسیئہ از نرخ بازار یعنی ثمن نسیئہ زائد از قیمت نقد مثلاً بازار میں یداً بید غلہ مکئی یا گیہوں چار پیمانہ یعنی صاع فی روپیہ فروخت ہوتی ہے تو ادھار دو پیمانہ فی روپیہ فروخت کرنا جائز ہے یا کہ نہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ کتاب ہدایہ باب المرابحہ والتولیہ میں ہے:

ومن اشتریٰ غلاماً بالف درهم نسیٔة فباعه بربح مائة ولم یبین فعلم المشتری فان شاء رده وان شاء قبل للأجل شبهاً بالمبیع لایری انه یزادالثمن لأجل الأجل هدایه (ج ۳ ص ۷۴، افتخار)

اس مسئلہ کو قاعدہ کلیہ تصور فرما کے مثلی چیز کو بھی کم از کم نرخ مروج نسیئۃً فروخت کرنا جائز

بتاتے ہیں یہ بیع شراء ان کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالۃ الکتاب

جواب مرسلہ سائل

یہ بیع شراء جائز نہیں کیونکہ بعض ثمن بمقابلہ اجل ہوئی اور اُجل مال نہیں ہے جیسا کہ مسئلہ مذکور میں یہ عبارت ذکر ہے۔

وان استهلكه ثم علم لزمه بالف ومائة لأن الأجل لايقابله شئ من الثمن(هدايه) لان الاجل ليس بمال متقوم فلايقابله شئ من الثمن(عينى) لأن الأجل فى نفسه ليس بمال فلايقابله شئ (رد المختار) مقتضى كونه ليس بمال انه لا يصح مقابلة الثمن (التحرير المختار على ردالمختار)

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ اُجل مال نہیں جب اُجل مال نہ ہوتو اس کے مقابلہ میں ثمن جائز نہیں خاص کر یہ جزئیہ نقل کیا جاتا ہے۔ لايجوز بيع الحنطةبثمن النسيئة اقل من سعرا لبلد فانه فاسد واخذ ثمنه حرام(قاضى خان)ا ن بيع الحنطة بنقصان حكم البلد فهو فاسد وان اخذ الثمن بعد مضى المدة فهو حرام لأن الثمن متفاضل بالحكم وهوالرباايضاح اور اُجل کے ذریعے سے زیادہ فی الثمن ربوا میں داخل ہے لقوله تعالىٰ واحل الله البيع وحرم الربوا يعنى احل لكم الأرباح فى التجارة بالبيع والشراء وحرم الربوالذى هو زيادة فى المال لا جل تاخير الأ جل(خازن)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا نرخ ایک شہر میں جاری ہوتو ادھار پر اس نرخ مروجہ سے کم پر فروخت جائز نہیں۔

﴿ علماء جو اس مسئلہ کے قائل ہیں ﴾

(۱) جناب من یہ بیع حرام ہے کہ نسیئہ مال متقوم نہیں یہ حکم مذکور ہے شرح وقایہ ہدایہ وغیرہ میں اور جو لوگ غلام پر قیاس کرتے ہیں یہ قیاس مع الفاق ہے کہ مقیس علیہ غیر مقدرات سے ہے اور ربوا مقدرات میں جاری ہوتا ہے خادم العلماء محمد عباس عفی عنہ۔

(۲) يزادالثمن لاجل الاجل بعد تسلیم قاضی خان کے صریح جزئیہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا جیسا کہ اُمر مسلم عند الفقہاء ہے۔ نیز قیمتی اور غیر قیمتی اشیاء میں باہمی اتحاد فی الحکم قابل غور ہے۔ البتہ

اختلفا الجنسان فبیعوا قابل بحث ہے۔ عبدالمنان از دفتر جمعیت احناف

(۳) جواب مجیب موافق قاعدہ فقہ بالکل درست ہے اور عزیمت پر مبنی ہے اور جواز کی روایت جس کو مولانا عبدالحی مرحوم نے ہدایہ کی عبارت سے اخذ کیا ہے۔ رخصت کا معنی ادا کرتی ہے، سو میرے خیال میں تقوے کی رو سے ایسی بیع کا ترک بہتر ہے۔ فضل حق

(۴) کتب فقہ کی رو سے جواز ثابت ہوتا ہے جیسے عبارت ہدایہ سے ظاہر ہے مگر اجل کے مقابلہ میں قیمت زائد لینا اگر ربوا نہیں تو شبہ ربوا ضرور ہے پس متقی مسلم کیلئے اجتناب لازم ہے۔

محمد اشرف خطیب جامع مسجد

﴿ الجواب من الخانقاہ ﴾

ادھار لینے کی وجہ سے زیادہ داموں میں گیہوں وغیرہ کا فروخت کرنا سود نہیں سود وہ زیادتی ہے جو اجل کے مقابلے میں ہوا، اور اس صورت میں اجل کا مقابلہ نہیں ہے۔ مقابلہ اجل کا اس طرح ہوتا ہے کہ مثلاً ہر ماہ یا ہر سال کے عوض میں اتنی زیادتی ہوتی رہے گی اور یہاں یہ بات نہیں بلکہ اگر وہ خریدار مدت معینہ سے پیشتر ادا کرے تب بھی اتنی ہی رقم دے گا اور مدت معینہ یا اس سے گذر جانے کے بعد ادا کرے گا تب بھی وہی رقم ادا کرے گا۔ غرض یہ کہ لاجل الاجل اور شئی ہے بمقابلہ الشیٔ اور چیز ہے۔ دونوں میں بین فرق ہے۔ اول صورت ربوا نہیں دوسری ربوا ہے خود صاحب ہدایہ نے خیار رد کی وجہ جزئیہ مرقومہ فی السوال (یعنی من اشتری غلاماًبالف درهم نسیئةً الخ) میں یزادلثمن لاجل الاجل لکھی ہے اور استہلاک کی صورت میں کل ثمن لازم ہونے کی وجہ لأن الأجل لایقابله شئ من الثمن تحریر کی ہے اس سے صاف واضح ہے کہ مقابلہ اجل اور چیز ہے اور اَجل کو زیادت ثمن کا باعث بنانا دوسری چیز ہے۔ دونوں کو ایک گرداننا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ کما لا یخفی علی من له ادنیٰ تامل باقی رہا ایضاح اور قاضیخان کا جزئیہ جو مجیب اول نے لکھا ہے یعنی لایجوز بیع الحنطة بثمن النسیئة اس کا جواب جب ہوسکتا ہے جبکہ اس جزئیہ کا موقع بتلایا جاوے یعنی باب فصل وغیرہ لکھیں اس وقت اس میں غور ہوسکتا ہے کہ اس کا کیا محمل ہے۔

مؤید اول نے جو حکم قیاس مع الفارق کا دیا ہے یہ بالکل عجیب ہے مؤید صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ مثلی شئی کی بیع میں تفاضل کو اس وقت ربوا قرار دیا جاتا ہے جب کہ اس کی جنس سے مبادلہ

ہو۔اور جب غیر جنس سے ہوتو پھر تفاضل کا جواب منصوص علیہ ہے۔ چنانچہ مؤید دوم نے اپنے قول ''البتہ اذ اختلفا الجنسان الخ سے مؤید پر یہی اعتراض کیا ہے پس جب غیر جنس کے ساتھ مبادلہ ہے تو مثلی چیز بھی اموال ربویہ سے خارج ہوگئی اور قیاس اس کا غلام پر صحیح ہے[1] فلیتأمل نیز مؤید صاحب نے یہ خیال نہ کیا کہ تفاضل کے معنی کیا ہیں تفاضل کے معنی یہ ہیں کہ احدالبدلین دوسری چیز سے زائد ہوسواس کووہ بھی جائز قرار دیتے ہیں۔حنطہ اور دراہم وغیرہ میں ساراۃ شرط نہیں فرماتے اور تفاضل کے وہ معنی جوقول مؤید سے نکلتے ہیں کہ نرخ مقررہ سے اضافہ ہو۔فہٰذا اختراع لادلیل علیہ اور مؤید ثالث محض تقوے کے طور پر اس بیع سے منع کرر ہے۔فتویٰ کی رو سے اس بیع کو ربوانہیں کہتے اور مؤید رابع بھی اس صورت کو ربوانہیں کہتے اور شبہ ربوی کی وجہ نہیں لکھی جو جواب دیا جائے ،فقط واللہ اعلم

تنبیہ: یہ سب گفتگواس میں ہے کہ معاملہ مذکورہ فی السوال سودی معاملہ نہیں ہے البتہ کسی حاجتمند شخص کوغبن فاحش کے ساتھ چیز دینا جس کووہ مجبوراً لیتا ہو کراہت سے خالی نہیں ہے لا ن النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم نھی عن المضطر ۔ واللّٰہ اعلم (مراجعت کی گئی) احقر عبدالکریم عفی عنہ

از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۴ جمادی الاولیٰ ۵۰ھ (امدادالاحکام ص ۳۹۷ ج ۳)

﴿ ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن پر اجرت لینا حرام ہے ﴾

سوال: صفات مروجہ لایصال ثواب جائز ہے یانہیں، بر تقدیر ثانی مجوزین عالمگیری کی سند پیش کرتے ہیں کہ کتاب الاجارہ میں جواز لکھا ہے گومولانا عبدالحئ صاحب اپنے فتاویٰ میں عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں،لیکن عمدۃ الرعایۃ میں حاشیہ متعلقۂ باب المہر میں نقل کرتے ہیں:اشبہ ذالك مالو استأجر شخص لقرائۃ القرآن و نحوہ فأتی بہ علی قصد کونہ للمستاجر وقدصرحوا منہ بان ثوابہ للمستأجر، برائے عنایت میرے تردد کو رفع فرمایئے نیز صورت مسؤلہ و لاتشتروا الآیۃ کی تحت داخل ہے یانہیں۔

الجواب: قرأۃ قرآن عندالقبر اوراس پر اجرت کو عالمگیریہ وجوہرہ میں اگرچہ جائز لکھا ہے جبکہ مدت متعین کر کے معاملہ کیا جاوے لیکن عالمگیریہ وغیرہ کے اس فتویٰ کی علامہ شامی نے تردید

---

(۱) علاوہ ازیں از جزئیہ میں غلاماً کی قید احترازی نہیں ہے چنانچہ فتح القدیر میں ''اوغیرہ'' موجود ہے اور عینی شرح کنز من اشتری شیئاً ہے ۱۲ منہ

وتغلیظ کی ہے اس لئے صحیح یہ ہے کہ قراۃ قرآن پر اجرت لینا حرام ہے، لکونه استیجاراً للطاعة وهـو لايـجوز واستثناء التعليم والاذان والامامة للضرورة ولاضرورة فيه (صرح به فی ردالمختار ج ۵/۵۲/۵۳) کتبہ احقر عبدالکریم عفا اللہ عنہ ۸/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ

الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۸/ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ (امداد الاحکام ص ۷۵۵ ج ۳)

﴿ حکم اجرت دلال ﴾

سوال: (الف) ایک شخص زید ہے، دوسرا بکر ہے تو زید نے بکر سے کہا کہ ہمارے پاس سودا ہے اور اگر سودا کو تم اپنی معرفت کسی کے ہاتھ فروخت کروادو گے تو تم کو اتنا روپیہ کمیشن دیں گے، تو اس طرح کمیشن لینا درست ہے یا نہیں؟ (ب) اور اگر بکر نے زید سے یہ نہیں کہا، اور بکر نے زید کا سودا فروخت کروادیا تو یہ لینا شریعت میں درست ہے یا نہیں؟

السائل جمال میاں مان پوری محلّہ پھانی کوٹ ڈاکخانہ بنادر گنج ضلع گیا

الجواب: (الف) اس صورت کو عالمگیریہ نے ذخیرہ سے حرام لکھا ہے اور شامی نے بھی تاتارخانیہ سے حرمت نقل کی ہے ولیکن محمد بن سلمہ سے اس میں گنجائش نقل کی ہے ونصہ (تتمہ) قال فی التـاتارخانية: وفى الدلال والسمسارأ جر المثل، وماتواضعواعليه أن فى كل عشرة دنانير كـذافذلك حرام عليهم، وفى الحاوى، سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجـو أ نـه لابـأس به وان كان فى الأصل فاسداً لكثرة التعامل، وكثير من هذاغير جائز، فـجوزوه لحاجة الناس اليه كدخول الحمام، وعنه قال:رأيت ابن شجاع يقاطع نساجاً ينسخ له ثياباً فى كل سنة (ج۵ص۴۱)

(الف) اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہم اس صورت میں جواز ہی کو اختیار کرتے ہیں۔

والـجـواب عن الفساد للجهالة ان هذه الجهالة لايفضى الى ان لنزاع، فكانت يسيـرة، وهى لايفسد الاجارة والبيع۔ اور اس زمانہ میں اس کی ضرورت بھی بہت زیادہ ہے، پس اس کو جائز کہنا ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم (ب) اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر بکر ان لوگوں میں سے ہے جو اس قسم کا کام کمیشن لے کر کرتے ہیں تب تو بکر کے مطالبہ پر زید کو دستور کے موافق کمیشن دینا ضروری ہے ورنہ زید کے ذمہ کچھ واجب نہیں اور یوں اپنی خوشی سے وہ کچھ دیدے تو اس میں کوئی شبہ

ہی نہیں۔ فی الدرالمختار، استعان برجل فی السوق یبیع متاعه فطلب منه أجراً، فالعبرة لعادتهم۔ وقال الشامی تحت قوله (لعادتهم) ای لعادة اهل السوق، فان کانوا، یعملون بأجر، یجب أجر المثل والافلا۔(ج۵ص۲۷) کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ

از تھانہ بھون ۲۳ جمادی الأخری ۱۳۵۰ھ (امدادالاحکام ص ۵۸۹ ج ۳)

﴿مرغی یا بکری نے کسی کا کھیت یا غلہ کھالیا تو مالک پر تاوان آئیگا یا نہیں؟﴾

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بکری یا مرغی کسی کا کھیت چر جائے یا وہ غلہ جو سکھلانے کیلئے رکھا گیا ہو، کھا جائے، تو اس کا تاوان جانور والے کو دینا ہوگا یا نہیں؟

بینواتوجروا المستفتی: ولایت حسین

الجواب: فی العالمگیریة (ج۷ص۳۵) وان کانت فی ملك غیر صاحب الدابة فان دخلت فی ملك الغیر من غیر ادخال صاحبها، بأن کانت منفلتة فلاضمان علی صاحبها وان دخلت بادخال صاحبها فصاحب الدابة ضامن فی الوجوه کلها سواءٌ کانت واقفة او سائرةو سواء کان صاحبها معها یسوقها أویقودها،أو کان راکبا علیها، أولم یکن معها هکذا فی الذخیرة اه۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بکری وغیرہ کسی کھیت وغیرہ میں خود جا کر نقصان کرے تو مالک پر تاوان نہیں اور اگر مالک خود کھیت میں چھوڑ دے، تو کھیت والا اس سے تاوان لے سکتا ہے، فقط واللہ اعلم احقر عبدالکریم عفی عنہ

از تھانہ بھون ۳/ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ (امدادالاحکام ص ۶۳۹ ج ۳)

﴿ذی روح کی تصویر کا حکم اور اس سے متعلق چند سوالات﴾

سوال: ذی روح کی تصویر بنانے کا خواہ دستی ہو خواہ عکسی خواہ مجسم مورت ہو خواہ کاغذ اور کپڑے وغیرہ پر ہو) اور اسے رکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے (۲) اور جس جگہ میں ذی روح کی تصویر ہو وہاں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے (۳) اور جس گھر میں تصویر یا کتا ہو وہاں فرشتے آتے ہیں یا نہیں (۴) تصویر کے محلل اور مجوز پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے اور تصویر کی تحریم میں سلف سے لے کر خلف تک تمام فقہاء اور محدثین اور مفسرین کی تغلیظ وتضلیل کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ بینواتوجروا۔

الجواب: تصویر بنانا حرام خواہ وہ تصویر کپڑے پر بنائی جائے یا برتن یا دیوار پر کسی چیز پر

بنانا جائز نہیں ہے خواہ وہ تصویر چھوٹی ہو یا بڑی کمافی الشامی (ص ٦٧٧ ج ١) فی البحرو فی الخلاصة وتکره التصاویر علی الثوب صلی فیه اولا انتهی وهذه الکراهة تحریمیة، وظاهر کلام النووی فی شرح المسلم الاجماع علی تحریم تصویرالحیوان وقال وسواءٌ صنعه لما یمتهن او لغیره فصنعته حرام لکل حال لان فیه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالیٰ وسواءٌ کان فی ثوب اوبساط اودرهم واناء وحائط وغیرها اه فینبغی ان یکون حراماً لامکروها ان ثبت الاجماع اوقطیعة الدلیل متواترة اهـ کلام البحرملخصاً(وقال الشامی بحثاً)ان التصویر یحرم لو کانت الصورة صغیرة کالتی علی الدرهم أو کانت فی الیداو مستترة اومها نة وقال ایضاً ص ٦٧٩ـ هذا کله فی اقتناء التصویر فهوغیرجائز مطلقاً لانه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالیٰ کما مرـ

پس تصویر بنانا ہرگز جائز نہیں نہ تعظیم کیلئے نہ غیر تعظیم نہ چھوٹی نہ بڑی اور کسی بھی چیز پر بنائی جائے ہر طرح نا جائز ہے (اور عکسی ودستی میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تصویر کا مقصود دونوں طرح حاصل ہے) اور یہ جو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بت یعنی مجسمہ نا جائز ہے اور کاغذ وغیرہ پر تصویر جائز ہے یہ غلط ہے۔

قال النووی فی شرح المسلم ولافرق فی هذا کله بین ماله ظل وماظل له هذاتلخیص مذ هبنا فی المسئلة وبمعناه قال جماهیرالعلماء من الصحابة والتابعین ومن بعد هم وهو مذهب الثوری ومالك وأبی حنفیةؒ وغیرهم وقال بعض السلف انما ینهی عما کان له ظل ولا بأس بالصور التی لیس لها ظل وهذا مذهب باطل فان استرالذی انکر النبی ﷺ الصورة فیه لایشك احدأنه مذموم ولیس له ظل مع باقی الاحادیث المطلقة فی کل صورة (مسلم ص ١٩١ ج ٢)

(۲) اگر تصویر ایسی جگہ لٹکی ہے کہ نمازی کے سر پر ہوتی ہے یعنی چھت میں ہے یا نمازی کے آگے ہے یا اس کے دائیں بائیں یا سجدہ کی جگہ ہوتو نماز مکروہ ہے اور اگر نمازی کی پشت کی جانب ہے کراہت نہیں البتہ اگر پاؤں کے نیچے ہوتو نماز مکروہ نہ ہوگی (گو بنانا اس کا جائز نہیں) اسی طرح اگر تصویر بہت چھوٹی ہو کہ کھڑے ہوئے آدمی کو اس کے اعضاء معلوم نہ ہوں جبکہ وہ زمین پر رکھی ہو یا اس کا سر کٹا ہوا ہو یا کوئی ایسا عضو کٹا ہوا ہو کہ جس کے بدون زندہ نہیں رہ سکتا تو نماز مکروہ نہ ہوگی (وهذا کله من الدرالمختار ص ٦٧٧ ج ١)

(۳) جس گھر میں تصویر یا کتا ہو اس میں فرشتے نہیں آتے جیسا کہ مسلم ونووی کی روایت سے ثابت ہے (وھو قول جبریلؑ للنبیﷺ انا لاندخل بیتاً فیه کلب وصورة رواه مسلم)
(۴) وہ شخص فاسق ہے کیونکہ کافر جب ہوتا جب حرام قطعی کو حلال جانے کمافی العالمگیریہ ص۱۶۴ ج۳)
انما یکفر اذاکانت الحرمة ثابتة بدلیل مقطوع به اماذاکانت باخبارالاحادلایکفر کذافی الخلاصة وفی ثبوت تواتره اوالاجماع علی حرمته تامل وان ثبت الاجماع علی حرمته ماله ظل ولکن لا یکفرمنکر کل اجماع والتفصیل فی حاشیة فیکفر جاحده (ص ۲۲۱،۲۲۲) فبحث الاجماع نورالانوار۔
(۵) اس کا وہی جواب ہے جو نمبر۴ میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ ۱۴ شوال ۴۳ھ

الجواب صحیح ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۱۵ شوال ۴۳ھ (امدادالاحکام ص۱۷۳ ج۴)

معلم کس حد تک بچوں کو مار سکتا ہے

سوال: معلم کیلئے متعلموں کو تنبیہاً لہو ولعب سے باز رکھنے کیلئے ضرب شدید لگانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس حد تک اور کس طریقہ پر، اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ پر ان کو تعلیم دی جائے۔

الجواب: فی الدر المختار:(ادعت علی زوجها ضربا فاحشاً وثبت ذالك علیه عزرکما لو ضرب المعلم الصبی ضربافاحشا)فانه یعزر وفی ردالمختار قوله (ضرباً فاحشاً)قیدبه لانه لیس له ان یضربها فی التادیب ضرباً فاحشا وهوالذی یکسرالعظم اویخرق الجلداویسوده کما فی التاتارخانیةقال فی البحر وصرحوا بانه اذاضربها بغیرحق وجب علیه التعزیر اه ای وان لم یکن فاحشاً(ج۳ص۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ بلا قصور مارنا تو بالکل جائز نہیں ہے اور قصور پر (قصور کی کمیت وکیفیت کا لحاظ کر کے اس کے مناسب مارنا جائز ہے لیکن اس وقت بھی) حد سے زیادہ مارنا ممنوع ہے اور حد یہ ہے کہ نہ کوئی ہڈی ٹوٹے نہ کھال اکھڑے نہ کھال سیاہ ہو پس اگر اتنا مارا کہ کھال سیاہ ہوگئی یا کھال اکھڑ گئی یا ہڈی ٹوٹ گئی تو سخت گناہ ہوا اس حالت میں خود یہ معلم سزا پانے کے قابل ہے اور قول در مختار۔
له اکراه طفله علی تعلیم القرآن وادب وعلم سے معلوم ہوتا ہے کہ بے تمیزی کرنا اور سبق

میں کوتاہی کرنا دونوں قصور ہیں جن کی وجہ سے بچوں کو سزا دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ   یکم شعبان ۴۸ھ

الجواب صحیح   ظفر احمد عفا عنہ ۵؍شعبان ۴۸ھ (امداد الاحکام ص ۴۲۹ ج ۴)

فوت شدہ نمازوں کے فدیہ کے متعلق ایک وصیت اور اس کا حکم

السوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلۂ ذیل کے متعلق از روئے شرع شریف

زید حج بیت اللہ سے مشرف ہوکر مرض اسہال میں چار ماہ کے قریب مبتلا رہ کر دنیا فانی سے کوچ کر گیا مگر دوران مرض میں انتقال ہونے کے قریب تک اس کے ہوش وحواس نہایت درست رہے چنانچہ انتقال کے قریب اپنے والد بزرگوار سے اپنے قصور معاف کرا کر انہیں راضی کیا اور کاغذ قلم دوات منگوا کر اپنی مخفی نقدی وغیرہ مفصل لکھوادی اور اپنی عمر بھر کی فائتہ نمازوں کے فدیہ کے ادا کرنے کی وصیت کی کہ بارہ سالہ نابالغی کے منہا کر کے فلاں سال سے فلاں سال تک کی فائتہ نمازوں کو حساب کر کے ادا کر دینا اور دوران مرض میں بھی کئی بار اس کی ادائیگی کی نسبت تاکید کی تھی اس پر زید مرحوم کے والد نے آخری وصیت نزع کے قریب یہ بھی کہا کہ پچیس سال ہوتے ہیں اور پچیس سال کی نمازوں کے فدیہ کے غلہ کی قیمت اس وقت کے نرخ سے تخمینۃً (ساڑھے بارہ ہزار) روپے ہوتے ہیں۔ اس پر زید نے جواب دیا کہ کچھ پرواہ نہیں کہ میری نقد متروکہ میں سے کل نمازوں کا ادا کر دینا اس کے کچھ عرصہ کے بعد زید کا انتقال ہوگیا زید مذکور نے باپ، زوجہ ایک دختر، ایک پسر ۱۴ سال سے مفقود الخبر وارث چھوڑے ہیں ان میں سے تین موجودہ وارث زید کی نماز ہائے فائتہ کی فدیہ دینے پر بخوشی خاطر راضی ہیں لیکن قبل ادائیگی چند سوال شرعی علماء دین سے دریافت طلب ہیں:

(۱) زید کے عمر نابالغی کے بارہ سال منہا ہوں گے یا ۱۶، ۱۷، ۱۸ حسب فقہ وقانون بلوغ۔

(۲) زید کی وصیت کے موافق اس کے ترکہ نقد میں سے کل نمازوں کا فدیہ ادا کیا جاوے گا یا کچھ کم۔

(۳) غلہ کا نرخ نمازوں کے فوت ہونے کے زمانہ کا لگایا جاوے یا اس زمانۂ ادائیگی کے وقت کا۔

(۴) اس فدیہ کے مصارف کیا ہوں گے۔ بینوا توجروا

نیازمند: کمترین محمد یٰسین خان

از اسلام نگر ڈاکخانہ رامپور سہارنپور ۳؍اکتوبر ۱۹۲۶ء

الجواب: حامداًومصلیاً

صورت مسؤلہ میں پورے پچیس سالوں کی نمازوں کا فدیہ دیا جاوے۔اور جب ثلثِ ترکہ سے وصیت پوری ہوسکے تو ورثاء کی رضا مندی شرط نہیں اور اگر وصیت میں حساب غلط ہوجائے یعنی کوئی شخص اپنے ذمہ زائد نمازیں سمجھ کر وصیت کردے باوجودے کہ اس کے ذمہ اتنی نمازیں نہ ہوں تب بھی تمام وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے اور صورت مسؤلہ میں تو حساب کی غلطی بھی ثابت نہیں ہوئی کیونکہ بارہ سال کی عمر میں بالغ ہونا ممکن ہے۔ پس جب میت نے اس عمر سے اپنا بلوغ ظاہر کیا (کیونکہ نابالغی کے بارہ سال منہا کرنے کا یہی مطلب ہے کہ میں بارہ سال کی عمر میں بالغ ہوگیا تھا اس کے خلاف کوئی وجہ نہیں) تو اس کی تکذیب کیسے کر سکتے ہیں نیز صحت وصیت کے واسطے وجوب ضروری نہیں اگر ان نمازوں کے فدیہ کی وصیت کردے جو واجب نہیں تب بھی وصیت صحیح ہے۔اور مصارف فدیہ کے وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔

قال فی الدر: وفی اوصیت لہ بجمیع مافی ھذاالکیس وھوالف فاذافیہ الفان ودنا نیر وجواھر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی۔ انتھی قال الشامی: وکذااوصیت بثلث مالی وھو الف فلہ الثلث بالغاً مابلغ لان قولہ وھو الف غیر محتاج الیہ والوالجیۃوکذااذا وصیت بنصیبی من ھذہ الدار وھوالثلث فاذانصیبہ النصف فھولہ اوبجمیع مافی ھذ ہ الداروھو کر طعام فاذا فیہ اکثر وعللہ فی المحیط بانہ اضاف الایجاب والتملیك الی الثلث مطلقاً والی جمیع مافی الکیس فصحت الاضافۃ الاانہ غلط فی الحساب فلا یقد ح فی الایجاب اہ(ج۵ص۶۵۴) وفی البحر ج۲ص۲۸۵ وقید نا بکو نھما اد رکا عدۃً من ایام أخر اذ لو ماتا قبلہ لا یجب علیھما الایصاء لما قد مناہ ولکن لواوصیابہ صحت وصیتھما لانھا لاتتوقف علی الوجوب۔کذا فی البدائع۔ وقال الشامی تحت قولہ (مصرف الزکوٰۃ)وھو مصرف ایضاً لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذالك من الصدقات الواجبۃ کمافی القھستانی (ج۲ص۹۳) کتبہ عبدالکریم عفی عنہ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

(امدادالاحکام ص۵۸۱،۵۸۲،۵۸۳ ج۴)

سیاسی مسلک وخدمات

حضرت مفتی صاحبؒ سیاسی مسلک میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کے مسلک کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت اور اس کے نظریۂ متحدہ قومیت کے بہت مخالف تھے اسی لئے ایسے امور میں گفتگو کیلئے حضرت تھانویؒ اپنی جانب سے آپ کو ہی بھیجا کرتے تھے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کیلئے جو وفود حضرت تھانویؒ کی جانب سے روانہ کئے جاتے تھے ان میں آپ کو بھی شریک کیا جاتا تھا۔

﴿ تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت ﴾

آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم نئی نسل کو اس بات سے روشناس کرائیں کہ قیام پاکستان کی تحریک میں علماء کرام نے خصوصاً علماء دیوبند نے اہم کردار ادا کیا ہے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آج تک جتنی بھی تاریخی کتابیں ہمارے بچوں کو اسکولوں یا کالجوں میں پڑھائی جاتی ہیں ان میں سے اکثر وبیشتر کتب ایسی ہیں جن میں ان عظیم شخصیتوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے ہماری نئی نسل یہ سمجھتی ہے کہ علماء کرام نے قیام پاکستان کی تحریک میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کیا حالانکہ برصغیر پاک وہند بلکہ عالم اسلام کی عظیم دینی ومذہبی شخصیات اور دارالعلوم دیوبند کے سرپرست مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند ،مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانیؒ ، علامہ سید سلیمان علی ندویؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا شبیر علی تھانویؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا اطہر علی سلہٹیؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا عبدالکریم گھتلویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ جیسے شہرہ آفاق علماء دیوبند کے اسماء گرامی ایسے ہیں جن کے

ذکر کے بغیر قیام پاکستان کی تاریخ کا تذکرہ نامکمل ہے۔خود قائداعظم محمد علی جناح بھی اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ دراصل انہی علماء کرام کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کیلئے علیحدہ مملکت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی ہے اوراسی وجہ سے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کی پرچم کشائی مغربی پاکستان میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مشرقی پاکستان میں علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کے مبارک ہاتھوں سے کرائی تھی اور یہ چیز تحریک پاکستان کی تاریخ کا جز بن چکی ہے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں سب سے پہلے جس عظیم ہستی نے قوی اور اہم آواز بلند کی وہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی آواز تھی پھر ان کے بعد دوسرے بزرگ علامہ شبیر احمد عثمانی ہیں جن کی مساعی تحریک پاکستان کے ضمن میں اتنی وقیع اور گراں بہا ہیں کہ کوئی مؤرخ ان کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا اس ضمن میں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ تحریک پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ ساتھ بے شمار تلامذہ نے بھی شب وروز کام کیا یہ تلامذہ گرامی برصغیر پاک وہند کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے تھے ان سب کا نام بنام تذکرہ کیا جائے تو بلاشبہ ایک عظیم دفتر مرتب ہوسکتا ہے یہاں صرف گذشتہ سطور میں چند ممتاز تلامذہ کا نام لیا گیا ہے۔ان کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے تمام خلفاء اپنے شیخ معظم کی طرح تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کے دل سے حامی تھے جنہوں نے قیام پاکستان کیلئے شبانہ روز عملی جدوجہد کی۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف وتالیف، تعلیم وتربیت اور اصلاح امت وہدایت خلق کی طرف تھا اس لئے عملی طور پر سیاسی اور ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہیں آئی اور نہ آپ کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی تو آپ اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت سے فقیہانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج وعواقب واضح کرتے اور ملت کی علمی اور دینی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا آل انڈیا نیشنل کانگریس شروع میں ایک اعتدال پسند جماعت تھی لیکن بعد میں ظاہر ہوگیا کہ اس کی کاروائیوں سے مسلمانوں کے مفادات کو زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے تو حضرت تھانویؒ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس سے الگ رہیں اور اپنے آپ کو تعلم کیلئے وقف کر دیں اور ان کی دلیل یہ تھی کہ کانگریس میں چونکہ اکثریت غیر مسلموں کی ہے

اس لئے اس جماعت کی اصلاح ناممکن ہے حضرتؒ کے خیال میں کانگریس کی مقبولیت کی اصل وجہ یہ تھی کہ کچھ مسلمان اس میں شریک تھے۔ فرمایا:

ہندوؤں کی پچاس سالہ مردہ کانگریس کو مسلمانوں نے زندہ کیا جب تک مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی کسی نے کانگریس کا نام نہ سنا تھا اگر خدانخواستہ یہ جماعت ہندوستان میں برسر اقتدار آ گئی تو یہ بھی ہندوستان میں وہی کرے گی جو بالشویک کر رہے ہیں۔

اس زمانہ میں جمعیت علماء ہند کا اجلاس دہلی میں ہوا حضرت مولانا تھانویؒ کو بھی شرکت کی دعوت ملی جواب میں تحریر فرمایا:

واقعات نے مجھے اس رائے پر بہت پختہ کر دیا ہے کہ مسلمانوں خصوصاً علماء کا کانگریس میں شریک ہونا میرے نزدیک مذہباً مہلک ہے بلکہ کانگریس سے بیزاری کا اعلان کر دینا بہت ضروری ہے علماء کو خود مسلمانوں کی تنظیم کرنی چاہئے اور مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونا اور داخل کرنا میرے نزدیک ان کی اپنی موت کے مترادف ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ہم کانگریس میں شرکت اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے اور ہمارا غلبہ ہو۔ اگر مقصود واقعی یہ ہے تو اس کا حصول مسلم لیگ میں زیادہ آسان ہے کیونکہ مسلم لیگ والے اتباع کیلئے آمادہ ہیں چنانچہ مسلم لیگ کے بڑے بڑے ارکان نے مجھے لکھا ہے کہ ہم حضرات علماء کی رائے کی اتباع کیلئے تیار ہیں اور کانگریسی تو خود اپنا تابع بناتے ہیں ان پر غلبہ پانا مشکل ہے۔

غرضیکہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ ہمیشہ سے مسلمانوں کی الگ تنظیم کے حامی رہے اور کانگریس کی سخت مخالفت کی حتیٰ کہ جب تک مسلم لیگ نے کانگریس کا ساتھ دیا اس وقت تک حضرتؒ نے مسلم لیگ کا ساتھ نہیں دیا اور جب مسلم لیگ کانگریس سے الگ ہوئی تب حضرت نے اعلانیہ مسلم لیگ کی حمایت فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ جو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے خلیفہ خاص تھے وہ بھی سیاسی مسلک اور سیاسی نظریات میں اپنے شیخ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے مسلک کی سختی سے پابندی کرتے تھے اور کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت اور اس کے نظریہ متحدہ قومیت کے بہت سخت مخالف تھے اسی لئے سیاسی اور دینی امور میں حضرت تھانویؒ آپ سے مشورہ

طلب فرماتے اور کسی جماعت یا سیاسی شخصیت سے گفتگو کیلئے حضرت تھانویؒ اپنی جانب سے آپ ہی کو بھیجا کرتے تھے قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کیلئے جو وفود حضرت تھانویؒ کی جانب سے روانہ کئے جاتے تھے ان میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحبؒ کو بھی شریک کیا جاتا تھا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت تھانویؒ نے ایک تبلیغی وفد روانہ کیا جس میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولانا شبیر علی تھانویؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے علاوہ مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ بھی شامل تھے۔

اس وفد نے قائداعظم کو نماز کی تلقین کی اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلم لیگ کا اجلاس دو بجے یہ کہہ کر ملتوی کر دیا گیا کہ سب صاحبان نماز پڑھیں قاضی شہر کی امامت میں قائداعظم سمیت کوئی ایک لاکھ افراد نے نماز ادا کی۔

اسی طرح دوسری جنگ عظیم شروع ہونے پر گورنمنٹ نے اسمبلی میں ہندوستان کی طرف سے فوجی امداد دینے کا ایک بل پیش کیا جو ''آرمی بل'' کے نام سے مشہور ہے اس کی کانگریس نے بڑی مخالفت کی مگر قائداعظم نے اس کی حمایت کی اس پر قائداعظم اور مسلم لیگ کے خلاف کانگریس نے آسمان سر پر اٹھالیا اور قائداعظم کو بدنام کرنا شروع کر دیا اس واویلا کا اثر خانقاہ تھانہ بھون تک بھی جا پہنچا اور کانگریس زدہ لوگوں نے آرمی بل کی آڑ میں حضرت تھانویؒ کو قائداعظم سے برگشتہ کرنے کیلئے طرح طرح کی چالیں چلنی شروع کر دیں، مسلسل پروپیگنڈے سے حضرتؒ کو بھی کچھ تشویش ہوئی مگر حقیقت حال سے آگاہ ہوئے بغیر آپ نے کوئی اعلان شائع کرنے سے انکار کر دیا اور ایک وفد جو مولانا شبیر علی تھانویؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلویؒ پر مشتمل تھا قائداعظم کی خدمت میں دہلی بھیجا کہ ان سے معلوم کرے کہ انہوں نے آرمی بل کی حمایت کن وجوہات کی بنا پر کی۔ وقت مقررہ پر یہ وفد دہلی پہنچ گیا وفد نے قائداعظم سے آرمی بل کی حمایت کی وجوہات دریافت کیں قائداعظم نے تفصیل سے علماء کے اس وفد کو بل کی حمایت کی جو وجوہات بیان کیں ان کی تفصیل ''سیرت اشرف'' میں دیکھی جاسکتی ہیں یہاں اس کی گنجائش نہیں ہے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحبؒ نے اپنے پیرومرشد کے سیاسی مسلک کے تحت تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی مکمل حمایت کی اور مجلس دعوۃ الحق کے پروگرام کے مطابق

مسلم لیگ کے زعماء کو تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا (ماخوذ از کتاب تحریک پاکستان کے عظیم مجاہدین)

فائدہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے سیاسی افکار و نظریات سے متعلق آپ کے دس مضامین عالیہ پر مشتمل کتاب ''افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ'' کے نام سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مرتب فرمائی تھی اس میں ''علماء کیلئے مشورہ'' کے عنوان سے حضرت مفتی عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ کی ایک قلمی تحریر کو بھی درج کیا گیا ہے۔ جس سے سیاسی مسائل میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحب قدس سرہ کی دلچسپی، اصابت رائے اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا آپ پر اعتماد واضح ہے آپ کی وہ تحریر یہ ہے:

نقل تحریر قلمی

جو مولانا عبدالکریم صاحب مدظلہ کے قلم سے ہے مگر حضرت اقدس کی اصلاحات اس پر ثبت ہیں۔

علماء کیلئے مشورہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہل علم کا کسی سیاسی جماعت میں باقاعدہ شامل ہونا تو مضرت و مفسدہ دینیہ سے خالی نہیں لیکن ان کیلئے اس کی سخت ضرورت ہے کہ اشاعت احکام دینیہ کیلئے ایک جماعت بناویں جو نہایت مستعدی اور کامل خلوص و تواضع کے علاوہ نہایت دلسوزی و شفقت کے ساتھ مسلمانوں کو احکام دین کا پابند بنانے کی سعی کرے کیونکہ زیادہ تباہی مسلمانوں کی اسی وجہ سے ہے کہ وہ دین سے دور ہو گئے ہیں اس قسم کی جماعت کیلئے حضرت اقدس کے سوا کسی سے سعی کی امید نہیں لیکن نظم و نسق کا کام الجھن سے بھی خالی نہیں نیز اس جماعت کیلئے مصارف کثیرہ کی ضرورت ہے اور اس کا انتظام بدوں تحریک چندہ دشوار ہے اس واسطے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معتمد عالم بالکل حضرت اقدس کی منشاء کے موافق خانقاہ سے الگ خود اسی قصبہ میں یا دوسری جگہ (جیسی مصلحت ہو) جماعت قائم کریں اور ان ناظم صاحب کی امداد و نگرانی کے واسطے خاص حضرت سرپرستی فرماویں اور حضرت والا مدفیوضہم اس جماعت پر اعتماد کا اعلان فرماویں اس طرح ان شاء اللہ نفع بے حد ہوگا اور حضرت مدظلہم کی طبیعت پر بار بھی نہ ہوگا۔ انتھیٰ .... (افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیہ ص ۶۶)

﴿ ہجرت پاکستان اور سیاسی خدمات ﴾

۱۹۴۷ء کے عظیم انقلاب کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اس سلسلہ میں انہیں نے کس قدر مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں یہ ایک خونچکاں داستان ہے جس کیلئے دفتر بھی ناکافی ہے اس ہجرت کا مقصد ایک اسلامی ملک میں قیام اور نظام اسلام سے متمتع اور بہرہ ور ہونا تھا اس سلسلہ میں ہر طبقہ نے تحریک پاکستان کی کامیابی کیلئے انتھک جدوجہد اور کوشش کی جس کے نتیجہ میں ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء ۲۶؍رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ جمعۃ المبارک کے روز ایک عظیم اسلامی مملکت پاکستان کے نام سے معرض وجود میں آئی۔ انتقال آبادی اور ہجرت کا عمل بڑا ہی صبر آزما مرحلہ تھا مسلمانوں کو اس ہنگامہ سے دوچار ہونے میں بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت مفتی صاحبؒ سفر پر تھے کہ اچانک حالات انتہائی خراب ہو گئے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو راستہ میں شہید کیا جانے لگا راستے میں بدامنی عام ہو گئی آپس میں روابط بھی منقطع ہو گئے شاہ آباد ضلع کرنال سے حضرت والد صاحبؒ نے تھانہ بھون سہارنپور دیوبند وغیرہ خطوط لکھ کر حضرت مفتی صاحب کا پتہ کیا سب جگہ سے یہی جواب ملا کہ اس وقت ان کے بارہ میں علم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اس سے اور بھی تشویش بڑھ گئی اسی پریشانی میں قافلہ پاکستان کیلئے روانہ ہوا حضرت والد صاحب مع برادر خورد جناب سید عبدالعلیم شاہ صاحب ٹرین میں سوار ہو کر لاہور پہنچے دسویں محرم الحرام ۱۳۶۷ھ کا روزہ بھی تھا راستہ میں افطار کیا بفضل خداوند کریم قافلہ لاہور پہنچا سامان ہندوستان اسٹیشن پر ہی چھوڑ دیا جو بعد میں ایک نوجوان نے پہنچایا لاہور میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے رابطہ کیا اور اپنے والد گرامی کے متعلق دریافت کیا ابھی تک یہاں بھی ان کی کوئی اطلاع نہ تھی کچھ عرصہ کے بعد حضرت مفتی صاحب لاہور پہنچ گئے آپ ہند سے پاکستان تشریف لائے ادھر سے قافلہ کے ذریعہ دیگر اقرباء بھی لاہور میں آ ملے راستہ میں نانا جان جناب عبدالرحیم صاحب قصور پہنچ کر انتقال فرما گئے اور نانا جی عبدالحی صاحب بھی شدید زخمی حالت میں ہسپتال تھے حضرت مفتی صاحب نے تمام صورتحال کا جائزہ لیا اور سب اقرباء کا پتہ کر کے ان کو تسلی دی اور ان کی سہولت کیلئے کچھ انتظامات فرمائے آپ کچھ دنوں بعد سرگودھا منتقل ہوئے اور یہاں کے علماء سے رابطہ کیا اور ایک مکان بلاک نمبر ۱۸ میں آپ نے لے لیا اس طرح آپ نے سرگودھا رہنے کا فیصلہ فرمایا اور کچھ دنوں بعد اپنے فرزندان گرامی کو بھی

یہیں بلالیا سرگودھا سے پھر آپ ساہیوال تشریف لے آئے۔۲رفروری ۱۹۴۸ءکو ساہیوال میں پہلی مرتبہ تشریف آوری ہوئی۔حضرت مفتی صاحبؒ زیادہ تر مہاجرین کی آبادکاری کے سلسلہ میں جدوجہد فرماتے رہے اور اس بارہ میں انہیں خاصی مصروفیات رہیں اکثر و بیشتر سرگودھا قیام فرماتے متعلقہ افسران سے ملاقات و گفتگو بھی رہتی گروٹ اور ساہیوال دو جگہ کیلئے تحریری طور پر آپ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ جسے چاہیں ان میں آپ آباد کریں زیادہ تر رائے ساہیوال کی ہوئی چنانچہ آپ کے حکم سے کچھ گھر ساہیوال آ گئے اور یہیں آباد ہوئے۔آپ نے ایک مکان سرگودھا میں لے لیا تھا رہائش اسی میں رہی ساہیوال سے برابر رابطہ تھا یہاں کئی رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا مہاجرین کی فلاح و بہبود کیلئے انجمن مہاجرین بنائی جس کے صدر آپ خود تھے سوا سال کے عرصہ میں آپ نے ہر چیز کا نقشہ بدل کے رکھ دیا انتہائی محنت اور کوشش سے یہ سب کام سرانجام دیئے آپ کا پروگرام تھا کہ ایک وسیع دارالعلوم بنایا جائے اس کیلئے جگہ کا انتخاب بھی فرما چکے تھے مگر قدرت کو منظور نہ تھا ساہیوال میں ایک جگہ عارضی طور پر آپ نے اس کام کیلئے الاٹ کرالی تھی مگر وہاں کام شروع نہ ہو سکا۔

ساہیوال میں آپ کا قیام منڈی قصاب کے قریب ایک مکان میں تھا جو آپ کی وفات کے بعد اولاد امجاد کو ملا۔ساہیوال میں پہلا جمعہ آپ نے تیلیاں والی مسجد میں ادا کیا تقریر آپ کے حکم سے والد صاحبؒ نے فرمائی اور جمعہ پڑھایا حضرت والد صاحب وہاں ڈیڑھ سال تک جمعہ پڑھاتے رہے اس دوران رمضان المبارک میں قرآن کریم مکمل ہونے کے موقع پر حضرت مفتی صاحب کا بیان بھی ہوا جو بہت ہی مفید اور مفصل تھا اس بیان میں آپ نے سید احمد کبیر رفاعی مرحوم کا مشہور واقعہ بھی بیان فرمایا تھا تقریباً دو گھنٹہ بیان جاری رہا۔ایک تقریر آپ کی سبز منڈی میں بھی ہوئی یہ تقریر مرحوم بانی پاکستان قائداعظم کی وفات کے سلسلہ میں تھی۔اسی دوران جناب مولانا عبدالستار صاحب نیازی خلافت گروپ کے سلسلہ میں دورہ کرتے ہوئے یہاں پہنچے حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے چوک سبز منڈی میں تقریر کی اس تقریب میں ابتداءً حضرت مفتی صاحب نے بھی شرکت فرمائی لیکن چونکہ ان دنوں آپ علیل تھے اس لئے آخر تک نہ بیٹھ سکے۔

چونکہ آپ سیاست میں بھی خاص مہارت رکھتے تھے اور حضرت اقدس تھانویؒ کی تربیت میں سیاسی خدمات انجام بھی دے چکے تھے یہاں بھی آپ نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور مسلم لیگ کی

بھر پور تائید کی دسمبر ۴۸ء میں پہلا الیکشن پرائمری مسلم لیگ کا ہوا اس میں آپ نے خاص دلچسپی لی یونی نسٹ نمائندہ کا آپ نے مقابلہ کیا فریق مخالف کو منہ کی کھانی پڑی اور آپ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اس کی دلچسپ تفصیلات حضرت اقدس والد صاحب سے بارہا سننے کا موقع ہوا یہاں کے مقامی حلقہ میں پرانے حضرات بڑے مزے سے اس کا ذکر کرتے ہیں حضرت مفتی صاحب نے الیکشن کے دن موقع پر ہی فریق مخالف کی درخواست پر اعتراض کر کے یہاں کے خوانین کو مبہوت کر دیا یہ صورت حال ایسی عجیب تھی کہ کسی کو اس کا تصور بھی نہ تھا الیکشن آفیسر نے آپ کے مدلل اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے صلح کی تجویز پیش کی کیونکہ فریق مخالف پر جب اعتراض ہوا تو مسلم لیگ کی طرف سے ہی ایک معزز شخصیت مسلم لیگ کے نمائندہ جناب پیر محمد شاہ صاحب مرحوم کے مقابلہ میں آ گئی حضرت نے فرمایا کہ اب مقابلہ صحیح ہے ہم ڈٹ کر الیکشن میں حصہ لیں گے لیکن صلح کی تجویز مان لی گئی اور صدر مسلم لیگ ضلع سرگودھا ثالث تجویز ہوئے انہوں نے حضرت مفتی صاحبؒ سے معذرت کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ مجھے گھریلو مجبوری ہے میں پیر محمد شاہ کے مدمقابل کے خلاف فیصلہ نہیں کر سکتا حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ درست ہے آپ ان کے حق میں فیصلہ لکھ دیں کیونکہ آپ مجبور ہیں لیکن پھر ہمیں بھی اس کے خلاف اپیل کا حق ہوگا ہم اس فیصلہ کو چیلنج کر دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت نے اس فیصلہ کو چیلنج کر دیا جس پر ثالثی فیصلہ توڑ دیا گیا دوبارہ الیکشن ہوا آپ نے پیر محمد شاہ صاحب مرحوم کو کامیاب کرا کے کاروائی لاہور بھیج دی جسے منظور کر لیا گیا یوں آپ نے مسلم لیگ کے نمائندہ جناب پیر محمد شاہ صاحب بخاری کو کامیاب کرا کے پہلی مرتبہ یونی نسٹ اور ان کے حامیوں کو شکست فاش دے کر تاریخ کے ایک نئے باب کی بنیاد ڈال دی جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

غرضیکہ ہجرت کے بعد ساہیوال سرگودھا میں آپ کا قیام تقریباً سوا سال ہوا لیکن اس عرصہ میں آپ نے جو محنت کی وہ حیرت انگیز ہے اپنے مشن میں دن رات آپ نے ایک کر دیا تھا بعض اوقات آپ ۲۳ میل کا طویل سفر ساہیوال سرگودھا پیدل فرما لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو عرصہ حضرت مفتی صاحبؒ کو یہاں عطا فرمایا اس میں گوناں گوں مصروفیات وخدمات کے علاوہ علمی حلقوں میں آپ کی بصیرت وفقاہت اور دانائی کو تسلیم کیا گیا اور یہاں کے کہنہ مشق حضرات میں آپ کا تعارف بہتر طریقہ سے ہوا، اور آپ کے کردار نے ان شخصیات پر گہرا اثر ڈالا۔

سفر آخرت و تعزیتی پیغامات

بالآخر حسب دستور اور مسلمہ قانون الٰہی کل نفس ذائقة الموت، و کل من علیها فان آپ کو بھی موت کا ذائقہ چکھنا پڑا جس سے کسی بشر اور متنفس کو مفر نہیں یہاں آ کر آپ نے جس طرح بے آرامی میں وقت گذارا اس کی روئیداد آپ کے سامنے ہے اس جد وجہد کے نتیجہ میں آپ کی صحت گرتی چلی گئی ڈاڑھی اور سر کے بال بھی مکمل سفید ہو گئے اور بینائی میں بھی کافی فرق پڑ گیا حالانکہ آپ کی عمر ۵۳ سال تھی جبکہ دیکھنے والوں کو ستر اسی سے کم نظر نہ آتی تھی۔

بیماری کا پہلے معمولی سلسلہ شروع ہوا پھر بخار واسہال نے کمزور کر دیا ایک ہفتہ اسی شدید عارضہ میں مبتلا رہے بالآخر بزم اشرف کا یہ چراغ ۸ مئی ۱۹۴۹ء ۹ر رجب المرجب ۱۳۶۸ھ شب گیارہ بجے بجھ گیا۔ یوں آپ نے اپنے پسماندگان کو داغ مفارقت دے کر سب کو یتیم کر دیا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

وفات رات کو ہوئی صبح فجر کے بعد جنازہ گاہ میں آپ کا جنازہ آپ کے لائق فرزند جانشین فاضل دیو بند حضرت مولانا مفتی قاری سید عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ نے پڑھائی اسی قصبہ کے قبرستان (جو شفیع قبرستان کے نام سے مشہور ہے) میں آپ کی تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

پسماندگان میں دو بیٹے حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عم مکرم ومحترم جناب ماسٹر سید عبدالعلیم ترمذی مدظلہ چھوڑے عم مکرم ومحترم کی عمر اس وقت صرف ۱۳ سال تھی جبکہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی ۲۷ سال۔

آپ کی وفات ایک قومی حادثہ تھا عرصہ تک تعزیت کا سلسلہ چلتا رہا ہر ایک نے رنج وغم کا اظہار اپنے اپنے تعلق کی بنا پر حسب مرتبہ کیا بطور خاص یہ حادثہ آپ کے اعزہ کیلئے نہایت صبر آزما تھا۔ آپ کا تعلق ہندوستان کے دینی علمی مرکز دارالعلوم دیو بند اور مظاہر العلوم سہارنپور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

تھانہ بھون سے بہت ہی گہرا تھا۔

پاکستان میں بھی حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، سب ہی حضرات سے تعلقات وشناسائی تھی ان حضرات نے بھی آپ کے حادثہ وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اسی طرح متعلقین میں جہاں یہ خبر وحشت اثر پہنچی وہاں سے تعزیت کی گئی۔

﴿ چند تعزیتی پیغامات ﴾

حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت علمی حلقوں میں خاصی متعارف تھی آپ کی عادت اگر چہ ہمیشہ یہ رہی کہ کام ہو جائے مگر شہرت نہ ہو اسی لئے آپ ہر طرح کوشش کرتے کہ میرا نام نہ آئے لیکن اس کے باوجود بقول ؎ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مقبولیت عطا فرمائی وہ اس سے عیاں ہے کہ برصغیر پاک وہند کے عظیم علمی تاریخی کارناموں کا تذکرہ جب بھی تاریخ میں کیا جاتا ہے تو لازمی طور پر ایک منصف مزاج مؤرخ آپ کے تذکرہ پر مجبور ہو جاتا ہے ذالك فضل الله يؤ تيه من يشاء۔

آپ کی وفات کا حادثہ کوئی ایسا حادثہ نہ تھا جسے عام حادثہ شمار کیا جاتا بلکہ آپ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا اسے سب نے محسوس کیا اور آپ کی وفات کو قومی المیہ قرار دیا گیا۔

تعزیتی سلسلہ کے چند خطوط ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں تا کہ آپ کو برصغیر کے جید علماء کرام کے تأثرات کا آپ کے متعلق علم ہو اور یہ کہ ان کی نگاہ میں حضرت کی کیا منزلت اور قدر تھی۔

﴿1﴾ حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ برادر زادہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ

زندگی بے کیف ہے بے رنگ تیرے بغیر نام بھی جینے کا گویا ننگ ہے تیرے بغیر
وسعت گردوں سے چشمک زن تھی جسکی وسعتیں آج وہ دنیا بھی کیسی تنگ ہے تیرے بغیر
تو نہیں ہے تو چمن بھی ہے اک اجڑا سا کھنڈر برگ گل بھی مجھ کو خشت وسنگ ہے تیرے بغیر

جو سکوں آ باد رہتا تھا جو ار قلب میں — آہ وہ صد میل وصد فرہنگ ہے تیرے بغیر
سانس گو رک رک کے آتا ہے پر آتا ہے ابھی — زندگی جینے کا عذر لنگ ہے تیرے بغیر
اب نہ احساس مسرت ہے نہ کچھ احساس غم — دل کے آئینہ پہ بھی اک زنگ ہے تیرے بغیر
یاس کی ظلمت الم کی چار سو تاریکیاں — صبح نورافروز بھی شب رنگ ہے تیرے بغیر

عزیزیم سلمکم اللہ تعالیٰ وعافاکم.............................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام تمہارا الم نامہ ملا پڑھ کر دل پر چوٹ لگی تمہاری تنہائی کا خیال آیا اور اشعار بالا زبان پر جاری ہوگئے حسب حال تھے جی چاہا کہ تمہیں بھی سنادوں اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر جوار رحمت میں لے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔والسلام...........خستۂ جگر شبیر علی تھانوی۔

﴿2﴾ حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ بانی جامعہ دارالعلوم کراچی

آپ کے عنایت نامہ سے حادثہ جانکاہ برادر محترم اخی فی اللہ مولانا عبدالکریم صاحبؒ کی وفات کا معلوم ہوکر عالم آنکھوں میں تاریک ہوگیا حسرت رہ گئی کہ پاکستان میں جمع ہوجانے کے باوجود سال بھر میں کہیں بھی ملاقات نہ ہوسکی اور خط و کتابت بھی منقطع رہی......آہ کہ دفعتاً برادر محترم کی وفات نے ساری امیدوں پر پانی ڈال دیا۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے علماء کی وفات تو درحقیقت ایک قومی حادثہ ہے تنہا آپ کی کیا تعزیت کریں مگر پھر آپ اور آپ کے برادر خورد کی بے کسی کا خیال کر کے دل ڈوبا جاتا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں بھائیوں کو اپنے فضل ورحمت سے نوازیں اور تمام آفات ومصائب سے محفوظ رکھیں والد محترم کے علم کا حظ وافر عطا فرمائیں۔

حضرت مولانا عثمانی (حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اصابت رائے کے مداح اور قائل تھے)اور مولانا احتشام الحق صاحب بھی بہت مغموم ومتأثر ہیں تعزیت فرماتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل

عطا فرماویں۔.................................. بندہ محمد شفیع عفی عنہ ۲۲ رجب

﴿3﴾ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

صدر المدرسین دار العلوم دیوبند (ہند)

جناب مولانا عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کی خبر آپ کے والا نامہ سے معلوم ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ وارضاہ آمین۔

.... ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۵؍ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

﴿4﴾ شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس دار العلوم دیوبند

آپ کے خط سے حضرت مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب کے سانحہ ارتحال کی اطلاع ہوئی سخت صدمہ ہوا مگر صبر کے سوا چارہ کار نہیں مرحوم خیالات کے اختلاف پر سب سے بااخلاق بزرگانہ پیش آیا کرتے تھے۔ میں نے ابوداؤد کے سبق کے بعد ان کیلئے تمام طلبہ سے دعاء مغفرت کرائی اور جس قدر ہوسکا ایصال ثواب بھی کیا۔

دعاء ہے اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے آمین۔............................ محمد اعزاز علی غفرلہ از دیوبند ۲۱؍رجب ۱۳۶۸ھ

﴿5﴾ مخدوم العلماءؒ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نور اللہ مرقدہ

بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

مجی حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے فوت ہونے کا بے حد صدمہ ہوا حق تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرماویں آپ کو جزائے خیر وصبر جمیل شامل رکھیں از حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب ومولانا عبدالشکور صاحب مضمون واحد تحریر ہے اور سلام مسنون۔

....خیر محمد عفی عنہ از خیر المدارس ملتان شہر ۲ شعبان ۶۸ھ

﴿6﴾ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند

مخدوم ومحترم جناب مفتی صاحب کی وفات سے از حد صدمہ اور قلق ہوا حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور ہم کو اور آپ کو صبر جمیل اور اجر جزیل کی نعمت سے سرفراز فرمائے آمین ثم آمین۔.. محمد ادریس غفر اللہ لہ

﴿7﴾ مخدوم العلماءَ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق ناظم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

آپ کے عنایت نامہ سے حضرت مفتی صاحب کے وصال کا حال معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا حضرت ممدوح میرے بہت قدیمی محسن ومخلص تھے میرے شریک اسباق تھے مدتوں ایک ساتھ قیام ہوا تھا خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں اللہ آپ کو اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ـــــ یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

فقط..................................محمد اسعد اللہ

﴿8﴾ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ

سابق سرپرست جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد یو۔ پی (ہندوستان)

بندہ مع متعلقین بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہے آنعزیز کا خط پہنچا جناب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے ایک خاص ملال ہوا اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائیں آپ صاحبان کو صبر جمیل نصیب ہو یہاں مدرسہ میں ختم قرآن پاک کرا دیا گیا اللہ تعالیٰ قبول فرماویں۔

مولوی سلیم اللہ ومولوی رفیق صاحبان کو اطلاع کر دی بیچارے وہ بھی خاص غمگین نظر آئے اظہار ملال وافسوس کیا۔...احقر مسیح اللہ

از حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ سابق مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون

☆

مفتی عبد الکریم محترم — فاضل بے مثل اور شیخ عظیم

کر گئے رحلت تو ہے تاریخ یہ — ذی المکارم مفتی عبد الکریم

۱۹۴۹ء

☆

جناب مفتی عبد الکریم آج — سوئے ملک عدم ہوتے ہیں راہوار

''مشیخت پایہ'' ہے تاریخ رحلت — مگر اس وقت ہیں ''مطلوب غفار''

۱۳۶۸ھ — ۱۳۶۸ھ

☆

برائے کتبہ

فردوس مکاں مفتی عبد الکریمؒ

۱۳۸۶ھ

☆

نوٹ: حضرت مفتی صاحبؒ کے تفصیلی حالات کیلئے احقر کی تالیف کردہ کتاب ''تذکرہ حضرت مفتی عبد الکریم گمتھلویؒ '' کی طباعت کا انتظار فرمائیں۔